ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

8

www.tanzeem.org

18تا24فروری 2014ء/ 17تا23ربیع الثانی 1435ھ

اس شمارے میں

عاقلاں را اشارہ کافی است

خدا فراموشی کا انجام

پیتے ہیں لہو ......

مغرب کا اسلاموفوبیا

آئین کو مقدس کیوں کہا جاتا ہے؟

اخلاق باختگی کا راستہ روکئے!

عصبیت اور قوم پرستی کا زہر

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

اسلام کی عملی تربیت

’’اسلام نے افراد کی تعمیر و تربیت کے متعلق نظریات وضع کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے لئے عملی اور تطبیقی طریقہ اور تربیتی و تجربی پروگرام طے کئے ہیں۔ جو شخص دورِ نبوت کی تنفیذی تربیت کے نمونے کھنگالے گا وہ تعمیر و تربیت کے متعدد عملی طریقے اور گوشے پائے گا۔ رسول اکرم ﷺ نے دارِ ارقم میں مسلمانوں کی ارشاد و توجیہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جاہلی معاشرے میں نکلے اور ساتھیوں کو لے کر عوام الناس کے افکار و معتقدات کو چیلنج کیا اور اس جاہلیت کے خلاف خوں ریز جنگیں لڑیں، جن کا مقصد اس روئے زمین میں اللہ کی عبودیت کا اعلان اور اس کے اقتدار کے سامنے عوام کو جھکانا اور اس کے احکام کی تعمیل کرنا تھا۔ ان لوگوں کی نگاہ میں دُنیا بالکل حقیر اور بے وقعت تھی اور وہ اپنی تمام زیب و زینت اور بناؤ سنگار کے ساتھ ان کے قدموں تلے آنے کی جرأت نہ کرسکتی تھی۔ یہاں تک کہ ان کے دشمنوں نے ان کے بارے میں یہ رائے ظاہر کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں موت زندگی سے زیادہ عزیز ہے۔ یہ رفعت کے مقابلے میں تواضع کو محبوب رکھتے ہیں۔ انہیں دُنیا سے کوئی دلچسپی ہے نہ کوئی توقع وابستہ ہے۔ یہ لوگ مٹی پر بیٹھتے ہیں اور سواری ہی پر کھا لیتے ہیں۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے لاڈلے بیٹے تھے، صاحب دولت و سطوت تھے۔ مکہ کی ہر دوشیزہ آپ سے شادی کرنے کی خواہش مند تھی۔ جب آپ اسلام لائے تو ماں نے جائیداد سے محرومی کی دھمکی دی لیکن انہوں نے کوئی پروا نہ کی۔ پھر اُس نے قسم کھائی کہ جب تک مصعب اسلام نہیں چھوڑیں گے وہ کھانا نہیں کھا سکتی۔ لیکن انہوں نے ایمان و یقین اور عزم و ہمت میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا: بخدا اے ماں، اگر تیرے پاس سو جانیں ہوتیں اور وہ ایک ایک کر کے نکلتیں تو بھی میں محمد ﷺ کا لایا ہوا دین نہیں چھوڑتا۔‘‘ جن لوگوں نے انہیں دورِ جاہلیت میں دیکھا تھا وہ بتاتے ہیں کہ اسلام لانے کے بعد وہ بہت ہلکے پھلکے دکھائی دیتے اور بدن پر بوسیدہ کپڑے ہوتے جن سے بمشکل ستر پوشی ہو پاتی۔‘‘

تحریک اسلامی

استاد فتحی یکن

الھدیٰ (600)

حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سُورۃُ الحِجر — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — (آیات 67 تا 72)

وَجَآءَ اَہۡلُ الۡمَدِیۡنَۃِ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡہَکَ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ ہٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیۡۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمۡرُکَ اِنَّہُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۷۲﴾

آیت ۶۷ ﴿وَجَآءَ اَہۡلُ الۡمَدِیۡنَۃِ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۶۷﴾﴾ ”اور آئے اہلِ شہر خوشیاں مناتے ہوئے۔“

حضرت لوط علیہ السلام کے ہاں خوبصورت لڑکوں کو دیکھ کر بدقماش قسم کے لوگوں نے خوشی خوشی آپؑ کے گھر پر یلغار کر دی۔

آیت ۶۸ ﴿قَالَ اِنَّ ہٰۤؤُلَآءِ ضَیۡفِیۡ فَلَا تَفۡضَحُوۡنِ ﴿۶۸﴾﴾ ”لوطؑ نے کہا: یہ میرے مہمان ہیں‘ چنانچہ تم لوگ مجھے رسوا نہ کرو۔“

آیت ۶۹ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ ﴿۶۹﴾﴾ ”اللہ سے ڈرو اور مجھے بے آبرو مت کرو۔“

آیت ۷۰ ﴿قَالُوۡۤا اَوَلَمۡ نَنۡہَکَ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۷۰﴾﴾ ”انہوں نے کہا: کیا ہم نے آپؑ کو سب دنیا والوں (کی حمایت میں کھڑے ہونے) سے منع نہیں کیا تھا؟“

کیا ہم آپ کو منع نہیں کر چکے کہ آپ ہر کسی کی طرف داری کرتے ہوئے ہمارے معاملے میں دخل اندازی نہ کیا کریں۔ ہم جس کے ساتھ جو چاہیں کریں‘ آپ بیچ میں آنے والے کون ہوتے ہیں؟

آیت ۷۱ ﴿قَالَ ہٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِیۡۤ اِنۡ کُنۡتُمۡ فٰعِلِیۡنَ ﴿۷۱﴾﴾ ”آپؑ نے کہا: یہ میری بیٹیاں ہیں اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے۔“

قبل ازیں اس فقرے کی وضاحت ہو چکی ہے۔ یعنی میری قوم کی بیٹیاں جو تمہارے گھروں میں موجود ہیں ان کی طرف رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے لیے فطری ساتھی بنایا ہے۔ اس فقرے کا دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپؑ نے اتمامِ حجت کے لیے ان میں سے دو سرداروں کو یہاں تک کہہ دیا ہو کہ اگر ایسی ہی بات ہے تو میں اپنی بیٹیوں کا نکاح تم سے کیے دیتا ہوں۔

آیت ۷۲ ﴿لَعَمۡرُکَ اِنَّہُمۡ لَفِیۡ سَکۡرَتِہِمۡ یَعۡمَہُوۡنَ ﴿۷۲﴾﴾ ”قسم ہے آپؐ کی جان کی‘ وہ لوگ اپنی اس بدمستی میں بالکل اندھے ہو گئے تھے۔“

عمہ کے مادہ میں دل کے اندھے پن کا مفہوم پایا جاتا ہے‘ یعنی ان لوگوں کے دل بھلائی اور برائی کی تمیز سے بالکل عاری ہو گئے تھے۔

فرمان نبویؐ

عَنۡ اُسَامَۃَ بۡنِ زَیۡدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم:
((مَا تَرَکۡتُ بَعۡدِیۡ فِتۡنَۃً اَضَرَّ عَلَی الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ))

(بخاری و مسلم)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں نے اپنے بعد مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ خطرناک کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔“

چونکہ مردوں کی فطرت میں عورتوں کی کشش رکھی گئی ہے، چنانچہ وہ عورتوں کی خاطر حرام میں مبتلا ہوتے ہیں‘ دشمنیاں مول لیتے ہیں اور قتل و غارت تک پر اتر آتے ہیں یا عورتیں مردوں کو کم از کم دنیا کی محبت میں مبتلا کر دیتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ”حُبُّ الدُّنۡیَا رَأۡسُ کُلِّ خَطِیۡئَۃٍ“ یعنی دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے‘ لہٰذا وہ بہت بڑا فتنہ ہیں۔

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

18 تا 24 فروری 2014ء جلد 23
17 تا 23 ربیع الثانی 1435ھ شمارہ 8

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا--------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاقلاں را اشارہ کافی است!

پاکستان کے سیاست دان، صحافی، دانشور، وکلاء اور فوجی جرنیل 1973ء کے آئین کا ذکر یوں کرتے ہیں جیسے کوئی مقدس صحیفہ ہو، کوئی آسمانی وحی ہو یا اس سے بھی برتر کوئی شے (نقل کفر کفر نباشد)۔ ہم نے جب 1973ء کے آئین کا جائزہ لیا تو ہمیں اس آئین اور ایک عام مسلمان پاکستانی شہری کے کردار اور طرزِ عمل میں حیرت انگیز مشابہت نظر آئی۔ یقیناً ہر معاشرے میں ذہنی لحاظ سے اور کردار کے حوالہ سے ہر طرح کے اچھے بُرے لوگ موجود ہوتے ہیں، لیکن ہم یہاں اکثریت کے حوالے سے بات کریں گے۔ جب پاکستان میں کسی مسلمان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُس کا اچھا سا نام رکھا جاتا ہے۔ پیغمبروں اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کے ناموں کو نقل کیا جاتا ہے۔ کان میں اذان اور اقامت کہنے کے لئے خاندان کے کسی بزرگ سے درخواست کی جاتی ہے۔ یہاں تک پہنچ کر اسلام کسی حد تک رک جاتا ہے۔ آپ کہہ سکتے کہ اسلام کے حوالہ سے وقفہ ہو جاتا ہے۔ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا ہے، والدین اپنی مالی حیثیت کے مطابق کسی اچھے مگر انگلش میڈیم سکول کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں۔ بچہ اگر چہ دادی اماں سے اور نانا ابو سے کچھ نہ کچھ اسلام کی بات بھی سنتا رہتا ہے، اُن میں سے کوئی اُسے نماز پڑھتا بھی نظر آتا ہے، لیکن اُسے اصلاً اپنے سکول کی تعلیم پر فوکس کرنا ہوتا ہے۔ نماز فجر کے لئے بچے کی نیند کو خراب نہیں کیا جاتا، البتہ انتہائی لاڈلا اور نعم و ناز سے پلنے والا بچہ بھی سکول جانے سے انکار نہیں کر سکتا۔ والدین کا طرزِ عمل بچے کو یہ بات ذہن نشین کروا دیتا ہے کہ سکول جانے کے حوالہ سے اور تعلیم حاصل کرنے کے معاملہ میں کوئی سمجھوتا ممکن نہیں۔ بچہ جوان ہوتا ہے ہم تعلیم کو تو الزام نہیں دیتے، البتہ تربیت اور ماحول کے زیرِ اثر ہم اُسے ایک ایسا شہری بنتے دیکھتے ہیں جو جھوٹ، وعدہ خلافی، عہد شکنی اور خیانت کو کوئی بڑا جرم نہیں سمجھتا۔ اگر سرکاری ملازمت ملی ہے تو سرکاری وسائل اور حکومتی خزانہ کا غلط استعمال ایک روٹین ہے۔ اگر تاجر بنا ہے تو اصل مقصد اور ہدف دولت کمانا ہے۔ جائز ناجائز یا حرام و حلال سے کوئی غرض نہیں۔ اپنے ہم وطن مسلمان بھائیوں کو غیر معیاری خوراک اور جعلی ادویات کھلا کر اُن کی زندگی سے کھیلنا ضمیر پر بوجھ نہیں بنتا۔ وکیل وہی کامیاب ہے جو سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کر دے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار قانون کی پابندی صرف دوسروں کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ مذہبی رہنما کا طرزِ عمل "خود را فضیحت دیگراں را نصیحت" جیسی ضرب المثل کی صحیح صحیح عکاسی کرتا ہے۔ حکمرانوں کے نزدیک عوام کی حیثیت بھیڑ بکریوں کے ریوڑ جیسی ہے۔

اب آیئے 1973ء کے آئین کی طرف! آرٹیکل 2 کے مطابق مذہب اسلام پاکستان کا مملکتی مذہب ہو گا۔ گویا یہ ریاست کا پیدائشی نام ہے۔ آرٹیکل 2-A اعلان کرتا ہے کہ قرارداد مقاصد مستقل احکام کا حصہ ہو گی۔ آرٹیکل 31 ایک پاکستانی مسلمان کو اسلامی طرز زندگی اپنانے میں مدد دینے کو ریاست کی ذمہ داری قرار دیتا ہے۔ قرآن پاک اور اسلامیات کی تعلیم کو لازمی قرار دیتا ہے۔ عربی زبان سیکھنے کی ترغیب دی جائے گی۔ آرٹیکل 227 تمام قوانین کو قرآن و سنت میں منضبط کرنا حکومت کی ایسی ذمہ داری قرار دیتا ہے جس پر وہ آئین کی رو سے عمل کرنے کی پابند ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل آئین کا حصہ ہے۔ اسلام کے حوالہ سے مجلس شوریٰ کو اپنی سفارشات پیش کرنا اسلامی نظریاتی کونسل کی آئینی ذمہ داری ہے اور مجلس شوریٰ پر لازم ہے کہ ان سفارشات کو چھ ماہ کے عرصہ میں قانون کی شکل دے۔ حکومت اور مجلس شوریٰ اس بات کی پابند ہے کہ کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہ بنائے۔ مجلس شوریٰ کے ارکان جس عمارت میں بیٹھ کر قانون سازی کرتے ہیں، اُس کے ماتھے پر کلمہ طیبہ کندہ ہے۔ گویا وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر رہی ہے۔ لیکن شومئی قسمت عملاً کیا ہو رہا ہے، اس عمارت کے مکین حقوق نسواں بل منظور کرتے ہیں، جسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے صدفی صد علماء

غیراسلامی، غیرشرعی قرار دیتے ہیں۔ پاکستان کی معیشت کا صدفی صد انحصار سودی لین دین پر ہے، جسے اللہ رب العزت اپنے اور اپنے رسولؐ کے خلاف جنگ قرار دیتا ہے۔ عریانی اور بے حیائی کا فروغ اور اُس میں حکومتی کردار آرٹیکل 31 کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔ آج پاکستان میں عورت شمع محفل ہی نہیں، تجارتی اشتہارات کا حصہ بن کر رہ گئی ہے۔ اس کے خلاف احتجاج کیا جائے تو اسے عورت کے بنیادی حقوق کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔ صدر کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ کسی عدالتی فیصلے کو کالعدم قرار دے کر سند یافتہ مجرم کو بھی بری کر سکتا ہے۔ اسلام میں قاتل کو مقتول کے ورثاء کے رحم وکرم پر چھوڑا گیا ہے چاہیں تو جان کے بدلہ میں جان لینے کا مطالبہ کریں اور چاہیں تو خون بہا لے کر یا فی سبیل اللہ معاف کر دیں لیکن آئین پاکستان کے مطابق قاتل اور سزائے موت کا مستحق صدر سے رحم کی اپیل بھی کر سکتا ہے اور صدر اس کی سزا تبدیل کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ اسلام میں حکمران کا حساب اور محاسبہ سب سے کڑا اور سخت ہے۔ لیکن پاکستان میں صدر کو استثنا حاصل ہے۔ اسلام میں مسلمان پر زکوٰۃ اور عشر لاگو کیا جاتا ہے اور غیر مسلم کو جزیہ ادا کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے۔ پاکستان میں بنکوں کے ذریعے زکوٰۃ کی وصولی کو مذاق بنا دیا گیا ہے اور جزیہ کو گالی سمجھا جاتا ہے۔ 1962ء میں ایک فوجی طالع آزما نے ہمارے عائلی قوانین میں ایسی تبدیلی کر دی جو صریحاً خلاف شریعت تھی۔ آج تک مملکت خداداد پاکستان کے مسلمان عوام ان اسلام دشمن قوانین کو برداشت کر رہے ہیں۔ بہر حال جو دوغلہ پن آئین میں ہے، ایسی ہی عملی منافقت پاکستان کے اکثریتی شہریوں میں بھی نظر آتی ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والوں کا تانتا بندھا ہوا ہے لیکن بددیانتی اور عہد شکنی بھی عام ہے۔ اور یہ عبادات رشوت، بلیک مارکٹنگ اور سمگلنگ کے ذریعے حاصل ہونے والی دولت سے سرانجام دی جا رہی ہے۔ گویا پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت اس آئین کے مطابق ڈھل چکی ہے جس میں بیک وقت اسلام بھی موجود ہے اور اسلام کی یکسر نفی بھی۔ لہٰذا میڈیا پر جو یہ بحث چل رہی ہے کہ پاکستان کا آئین اسلامی ہے یا غیر اسلامی اس میں دونوں طرف کے لوگ سچے دکھائی دیتے ہیں۔

اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ ہم سمجھتے ہیں کہ قائداعظم نے تقسیم ہند سے پہلے ہی ایک بات بڑے دوٹوک انداز میں کہی تھی جب اُن سے پوچھا گیا کہ پاکستان کا آئین کیسا ہوگا تو انہوں نے برجستہ جواب دیا پاکستان کا آئین آج سے تیرہ سو سال پہلے بن گیا تھا۔ پاکستان کی اصل ضرورت یہ تھی کہ ہم اُس آسمانی آئین اور فرمودات رسولؐ کی غیر مشروط بالادستی کو قبول کرتے ہوئے ایک ایسی مجلس شوریٰ تشکیل دیتے یا منتخب کرتے جس کا کام روزمرہ کے انتظامی امور کی انجام دہی کے لئے قانون سازی کرنا ہوتا۔ جدید دور میں جو مسائل پیدا ہوئے ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں اُن کا حل تلاش کیا جاتا۔ اسرائیل اور برطانیہ مادی لحاظ سے انتہائی ترقی یافتہ ممالک ہیں، لیکن اُن کا کوئی باقاعدہ آئین نہیں۔ وہ روایات سے یا ضروری قانون سازی سے کام چلاتے ہیں۔ اگر ریاست یہ رویہ اختیار کرتی کہ قرآن وسنت کی بالادستی ہوگی اور قانون سازی اُس کے تابع ہوگی، تب فرد بھی اپنی ذاتی زندگی کو اللہ اور رسول ﷺ کے احکامات کے تابع کرتا اور روزمرہ کے مسائل کے حوالہ سے اپنے مسلک کے عالم سے رہنمائی حاصل کرتا۔ یہ ڈھنڈورا بہت پٹ چکا، اس پروپیگنڈا کو اب ختم ہونا چاہیے کہ کس کا اسلام نافذ کریں، بریلوی دیوبندی، اہل حدیث یا اہل تشیع کا۔ ہم سمجھتے ہیں 1951ء میں 31 علماء جن میں تمام مسالک کے اکابرین شامل تھے، 22 نکات پیش کر کے یہ مسئلہ حل کر چکے ہیں۔ آج بھی کوئی عالم دین کسی بھی مسلک سے اُس کا تعلق ہو، وہ اپنے ان اکابرین سے اعلان برأت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی باقاعدہ آئین ناگزیر ہے تو طے ہونا چاہیے کہ قرارداد مقاصد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگی اور کسی بھی شہری کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ عدالت سے رجوع کر سکے کہ آئین کا فلاں آرٹیکل یا اُس کی ذیلی شق قرآن وسنت کے خلاف ہے اور اس درخواست کو سننے کا حق صرف جید علماء کو ہوگا کہ وہ اس کے شرعی یا غیر شرعی ہونے کا فیصلہ کریں۔ حکومت کا کوئی دوسرا ادارہ اُس فیصلے کے خلاف سماعت کا حق نہیں رکھے گا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ریاست پاکستان اور پاکستان کے شہری کو دوغلے پن سے نکلنے کا صرف یہی راستہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ جب مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے تشریف لاتے تو عبداللہ بن اُبی کھڑا ہو جاتا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر باآواز بلند کہتا، محمد اللہ کے رسول ہیں، انہیں غور سے سنو۔ تاریخ نے اس شخص کو رئیس المنافقین قرار دیا ہے۔ عاقلاں را اشارہ کافی است!

نوٹ: گزشتہ ہفتہ کے اداریہ بعنوان "جلتا ہوا پاکستان اور تنظیم اسلامی" میں تنظیم اسلامی کا منہج انتہائی مختصر اور اشاروں کنایوں میں تحریر کیا گیا تھا، لیکن چونکہ ندائے خلافت کی یہ اشاعت سالانہ اجتماع کے حوالہ سے تھی اور بہت سے دوسرے مضامین میں اس منہج کا تفصیلی ذکر ہے، لہٰذا اداریہ میں منہج کی تفصیل تحریر کرنا ضروری نہ سمجھا گیا۔ اس کے باوجود قارئین اگر بانیٔ تنظیم کی شہرۂ آفاق کتاب منہج انقلاب نبویؐ یا رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب کا مطالعہ کریں تو انہیں تنظیم اسلامی کا موقف بآسانی سمجھ آ جائے گا۔

☆☆☆

معمار پاکستان نے کہا

مسلمان اب زندگی کے ہر شعبہ میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنے لگے ہیں۔ تمام مسلمان جانتے ہیں کہ قرآن مجید کے احکام صرف مذہب یا اخلاق پر ہی محدود نہیں ہیں۔ جیسا کہ مسٹر گبن نے کہا کہ بحر اوقیانوس سے دریائے گنگا تک قرآن مجید بنیادی مجموعۂ قوانین تسلیم کیا جاتا ہے۔ نہ صرف مذہبی بلکہ شہری اور تعزیری قوانین کی بنیاد بھی یہی ہے۔ اور انسانی جسم اور مال کے حقوق جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیے ہیں، سب ہی کا نفاذ اسی کے تحت ہوتا ہے۔ غرضیکہ یہ مسلمانوں کا ایسا مجموعۂ قوانین ہے جس میں مذہبی، معاشرتی، شہری، اقتصادی، معاشی، فوجی، عدلیہ، جرائم، تعزیرات، رسومات خوشی و غمی غرض روزمرہ زندگی کی ہر بات کے احکام ہیں۔ جسمانی صحت سے لے کر آخرت کی بخشش تک، فرد کی انفرادی حیثیت سے مجموعی (معاشرتی) حیثیت تک، اخلاقیات سے جرائم تک دنیاوی سزاؤں سے لے کر اُخروی سزاؤں تک سب کچھ اس میں بیان ہوا ہے۔ اور ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ہم پر یہ فرض کر دیا ہے کہ ہم خود اس پر عمل کریں اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام چند مذہبی عبادات اور رسومات تک محدود نہیں، بلکہ مکمل ضابطۂ حیات دُنیوی واُخروی ہے۔ (پیغام عید، 9 ستمبر 1945ء)

خدا فراموشی کا انجام اور

عظمتِ قرآنی کے بیان کے لیے ایک روشن تمثیل

سورۃ الحشر کی آیات 19، تا21 کا مطالعہ

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 7 فروری 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات! سورۃ الحشر کے آخری رکوع کی آیات ہمارے زیر درس ہیں۔ یہ نہایت عظیم آیات ہیں۔ یوں تو ہر آیت قرآنی اپنی جگہ عظمت کا ایک نشان ہے۔ اس لئے کہ پورا قرآن اللہ کا کلام ہے، لیکن بعض مقامات کی خصوصی اہمیت ہے۔ جیسے سورۃ یٰسین اور سورۃ الاخلاص کا ایک خاص مقام ہے، اسی طرح یہ رکوع بھی بہت ہی عظمت کا حامل ہے۔ اس میں قرآن مجید کی عظمت کا بھی ذکر ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کے حوالے سے اس کی صفات کا بہت بڑا گلدستہ بھی آیا ہے، جو قرآن مجید میں کسی اور جگہ نہیں آیا۔ رکوع کی ابتدا آیت 18 سے تقویٰ کی تاکید سے ہوئی ہے۔ تقویٰ پر گفتگو ہو چکی ہے۔ اُس سے اگلی آیت پر بھی مختصر گفتگو ہو چکی ہے، مگر آج ہم قدرے تفصیل سے بات کریں گے۔ فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١٩﴾﴾

''اور ان لوگوں جیسے نہ ہونا جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ نے انہیں ایسا کر دیا کہ خود اپنے تئیں بھول گئے۔ یہ بدکردار لوگ ہیں۔''

تم سے پہلے بھی خدا فراموشی کی مثالیں موجود ہیں۔ یہود و نصاریٰ کے پاس بھی ہدایت آئی تھی، رسول آئے تھے، اللہ نے کتابیں بھیجی تھیں، لیکن وہ شریعت کی پٹڑی سے اُتر گئے، وحی الٰہی کو نظر انداز کر دیا اور اللہ کو بھلا دیا۔ جب وہ خدا کو بھلا کر دنیا داری میں پڑ گئے، دین کے تقاضوں کو فراموش کر دیا تو اللہ نے بھی انہیں ان کو نفع نقصان سے غافل کر دیا۔ چنانچہ وہ اندھے بہرے دنیا پرستی میں مبتلا اور آخرت کو جاننے ماننے کے باوجود اُس سے غافل ہو گئے اور اپنے اصل مستقبل کو خود برباد کرنے لگے۔ بنی اسرائیل انبیاء کی اولاد ہیں، مگر جب انہوں نے شریعت کو نظر انداز کیا تو وہ اللہ کے غضب کا شکار ہو گئے (شریعت سے انحراف کے سبب نصاریٰ بھی ان کے ساتھ شامل ہو چکے ہیں)۔ یہود توحید اور آخرت کو ماننے کے باوجود دنیا کی زندگی کے سب سے زیادہ حریص تھے۔ قرآن کہتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہے کہ اس کی عمر ہزار برس ہو

تلخیص و ترتیب: ابو اکرام

جائے۔ اس کردار کی طرف اشارہ کر کے ہمیں متنبہ کیا جا رہا ہے کہ دیکھو، تم بھی خدا کو بھول نہ جانا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج ہماری بھی وہی کیفیت ہے جو کل یہود کی تھی۔ ہم بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں وہ کھڑے تھے۔ ہم بھی انہی کی طرح دنیا کی حرص و ہوس میں مبتلا، خدا کو بھولے ہوئے اور آخرت سے غافل ہیں۔ اس بات کی چنداں فکر نہیں کہ موت اچانک آ جائے گی، ہماری مہلت عمل ختم ہو جائے گی، اور کل روز محشر ہمیں اللہ کے حضور حساب دینا ہوگا۔ علامہ اقبال نے اپنا فلسفہ خودی اسی آیت کے حوالے سے پیش کیا ہے۔ یعنی فلسفۂ خودی کے لئے اُن کا ماخذ یہی آیت تھی۔ انہوں نے اپنی ایک نظم میں افغان مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اپنی خودی پہچان او غافل افغان'' لیکن حقیقت میں یہ پیغام تمام انسانوں کے لئے ہے۔ یعنی اپنی خودی پہچان او غافل انسان۔ اے ابن آدم! تیرا مقام و مرتبہ تو یہ ہے کہ اللہ نے تجھے فرشتے سے بہتر بنایا ہے مگر تیرا حال یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو حیوانوں، بندروں کے مساوی سمجھ بیٹھا ہے۔ تو اپنی زندگی کے لئے قوانین بھی حیوانوں کی زندگی سے اخذ کرتا ہے۔ اے انسان ایک طرف تیری ترقی کی یہ انتہا ہے کہ ؎

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

اور دوسری جانب تیری ذہنی پستی کا یہ عالم کہ تو اپنے آپ کو حیوان سمجھ رہا ہے بس اس فرق کے ساتھ کہ تو تھوڑا سا ترقی یافتہ حیوان ہے۔ تو روح ربانی سے بالکل غافل ہے جو تیرے اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھونکی گئی ہے۔ آیت کے آخر میں اللہ نے واضح فرما دیا کہ جو لوگ خدا کو بھول جائیں، جو اپنی عظمت سے غافل ہو جائیں، درحقیقت وہ فاسق و فاجر ہیں۔ ایسے لوگ درحقیقت حیوانی سطح پر زندگی گزارتے ہیں۔

آگے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۚ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾﴾

''اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں۔ اہل بہشت تو کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔''

اس آیت کا ربط پچھلے مضمون سے جوڑیں تو مفہوم یہ ہوگا کہ جو لوگ تقویٰ کی زندگی گزاریں گے کہ انہوں نے اپنے آپ کو اور اپنے رب کو پہچان لیا، وہ تو اصحاب جنت ہیں اور جو اس مقام تک نہیں پہنچ سکے، حیوانی سطح پر زندگی گزارتے رہے، وہ آخرت میں ناکام ہوں گے، وہ اصحاب النار ہیں۔ آخرت کا خوف جس آدمی پر طاری ہو جائے اُس کے لئے دنیا بے وقعت ہو جاتی ہے۔ وہ ہر وقت نجات اُخروی کی فکر کرتا ہے۔ یہ آخرت اور محاسبہ اُخروی کا خوف ہی تھا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ پر طاری ہوتا تو فرماتے، کاش میں درختوں پر چہچہاتی ہوئی ایک چڑیا ہوتا، جس کا حساب نہیں ہے۔ جس شخص کی بصیرت آنکھ کھل جائے وہ یونہی اللہ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ یہ احساس تقویٰ کا مظہر اور ایمان کی علامت ہے۔ ایمان خوف و رجا کی کیفیت کا نام ہے۔ یعنی ایک طرف آدمی میں اللہ کا خوف ہو اور ساتھ ہی وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار بھی ہو۔ خوف اس بات کا ہو کہ مجھ سے کوئی ایسی خطا نہ ہو جائے، میں کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھوں جس سے میرا رب مجھ سے ناراض ہو جائے اور میری عاقبت برباد ہو جائے۔ دنیا میں ایک شریف النفس انسان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے والد کے معاملے میں ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جائے جس سے میرے والد مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ ایک بندۂ مومن اپنے رب سے شدید محبت کرتا ہے اور ہر وقت اللہ کی ناراضی کے خیال سے ڈرتا رہتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کو یاد رکھا، اُس کے احکامات کے مطابق زندگی گزاری، اُس کی نافرمانی سے بچتے رہے۔ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے گا، اپنی جنت میں انہیں داخل فرمائے گا۔ جہاں اُن کے آرام و راحت کے لئے ہر طرح کی نعمتیں اور سہولتیں ہوں گی۔ اس کے مقابلے میں وہ لوگ جنہوں نے اللہ کو بھول کر یہ بات بھی بھلائے رکھی کہ اس طرح وہ خود اپنے ہی نفسوں پر ظلم کر رہے ہیں، ایک دن آئے گا کہ اس کے نتیجے میں اُن کے یہ جسم جن کے لئے دنیا میں وہ بڑے بڑے پاپڑ بیلتے تھے، جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ وہ سخت خسارے سے دوچار ہو جانے والے ہیں۔ ان کا مقام جہنم کی دہکتی آگ ہے۔ یہ دونوں فریق یعنی جنتی اور جہنمی برابر نہیں ہوں گے۔ بھلا یہ برابر کس طرح ہو سکتے ہیں۔ ایک نے اپنے انجام کو یاد رکھا اور اُس کے لئے تیاری کرتا رہا اور دوسرا اپنے انجام سے یکسر غافل رہا۔ اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کی، بس نفس اور شیطان کے بہکاوے میں آ کر دنیا بنانے میں مگن رہا۔ اگرچہ دنیا میں یہ دونوں لوگ برابر ہیں، مگر آخرت میں ان کا معاملہ یکسر مختلف ہوگا۔ مولانا امین احسن اصلاحی تدبر قرآن میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”یہ ایک اور نہایت اہم حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے جس کو پیش نظر رکھنا زندگی کی حقیقی قدر و قیمت سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان جو فرق ہوگا وہ ایسا نہیں ہے کہ اس کو اہمیت نہ دی جائے۔ آج خواہشات نفس سے مغلوب ہو کر اگر کوئی جنت اور دوزخ کے تفاوت کو محسوس نہیں کر رہا ہے تو اس کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دونوں میں صرف ڈگری کا فرق نہیں ہے کہ کسی نہ کسی درجے میں اہل دوزخ کی زندگی پر بھی قناعت کی جا سکے۔ بلکہ دونوں کے درمیان ابدی نعمت اور ابدی زحمت کا فرق ہوگا۔ فوز و فلاح

پریس ریلیز 14 فروری 2014ء **حافظ عاکف سعید**

بیک وقت اسلامی اور اسلام دشمن دفعات کی موجودگی نے آئین کو منافقت کا پلندہ بنا دیا ہے

آئین کو صحیح معنوں میں اسلامی بنایا جائے اور اس میں موجود تمام چور دروازے بند کئے جائیں

اگر ہم نے صحیح معنوں میں پاکستان میں اسلامی فلاحی معاشرہ قائم نہ کیا تو موجودہ گھمبیر اور پیچیدہ مسائل پاکستان کی سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے

1973ء کے آئین کو صحیح معنوں میں اسلامی بنایا جائے اور اس میں موجود تمام چور دروازے بند کئے جائیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ایک طرف آرٹیکل 2-A قرارداد مقاصد کو آئین کا مستقل حصہ قرار دیتا ہے۔ آرٹیکل 31 حکومت کی یہ ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ ہر مسلمان پاکستانی کو حقیقی معنوں میں مسلمان بننے میں مدد کرے اور صالح اسلامی معاشرہ قائم کیا جائے۔ آرٹیکل 227 کے تحت قرآن وسنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں کی جا سکتی اور دوسری طرف ملک میں سود ہماری معیشت میں مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔ روشن خیالی کے نام پر بے حیائی اور عریانی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ عائلی قوانین سراسر غیر اسلامی اور غیر شرعی ہیں، صدر کو مجرم کو معاف کر دینے کا حق بھی غیر اسلامی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ بیک وقت اسلامی اور اسلام دشمن دفعات کی موجودگی نے 1973ء کے آئین کو منافقت کا پلندہ بنا دیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اس آئینی منافقت نے ہمیں آج یہ دن دکھایا ہے کہ ہمارا ملک دہشت گردی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ وعدہ خلافی، عہد شکنی اور بددیانتی ہمارے معاشرے میں رچ بس گئی ہے۔ ہماری حیثیت دنیا میں ایک گداگر کی سی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ذلت و رسوائی کی اس صورت حال کو بدلنے کے لئے ہمیں صحیح معنوں میں پاکستان میں ایک اسلامی فلاحی معاشرہ قائم کرنا ہوگا، وگرنہ مذکورہ گھمبیر اور پیچیدہ مسائل پاکستان کی سلامتی کے لئے انتہائی خطرناک ثابت ہوں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

صرف اہل جنت کے لیے خاص ہوگی۔ اہل دوزخ کے لئے لعنت اور عذاب کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔'' قرآن حکیم میں کئی مقامات پر جنت کے نعمتوں کے ذکر کے بعد یہ بات آئی ہے کہ جنت کا ملنا ہی اصل کامیابی ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم دنیا کی کامیابیوں کے پیچھے مارے مارے پھرتے ہو، تمہاری ساری صلاحیتیں وہاں لگ رہی ہیں، سب اوقات وہاں خرچ ہو رہے ہیں، تمہیں اُخروی کامیابی کی کوئی پروا ہی نہیں ہے، حالانکہ آخرت کی کامیابی ہی تو اصل کامیابی ہے۔ حقیقت میں کامیاب وہی شخص ہے جو نارِ جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے۔ ﴿فَمَنۡ زُحۡزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدۡخِلَ الۡجَنَّةَ فَقَدۡ فَازَ ؕ﴾ (آل عمران) ''تو جو شخص آتش جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔'' رہے وہ لوگ جو آخرت میں ناکام ہو گئے، وہ دنیا میں چاہے بل گیٹس کے برابر پہنچے ہوئے تھے، بلین ایئر کلب کے ممبر تھے مگر ان کی دنیوی کامیابی آخرت کی ناکامی کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن ایک ایسے جہنمی کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ عیش و راحت میں تھا۔ اسے دوزخ کی آگ میں غوطہ دیا جائے گا۔ پھر اس سے پوچھا جائے گا کہ اے آدم کے بیٹے! یہ بتا تو نے کبھی اچھا دور بھی دیکھا ہے؟ تجھ پر کبھی عیش و آرام کا زمانہ آیا ہے؟ وہ جواب دے گا: آقا! تیری ذات کی قسم، میں تو اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ پھر ایک ایسا ''بہشتی'' لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ بدحال اور مصیبت زدہ تھا۔ جب اس پر بہشت کی نعمتوں کا رنگ چڑھ جائے گا تو اس سے کہا جائے گا، اے فرزند آدم! کیا تو نے کبھی افلاس اور تنگی کا دور دیکھا ہے؟ کیا تو نے مصیبت اور سختی دیکھی ہے؟ وہ کہے گا پروردگار! تیری قسم! میں کبھی محتاجی اور تنگدستی میں گرفتار نہیں ہوا، میں کسی مصیبت میں مبتلا ہوا ہی نہیں۔'' (مسلم) یہ ہے دنیا و آخرت میں نسبت جو حضور ﷺ ہمیں سمجھا رہے ہیں۔ اگر ہم اس کے باوجود حقیقت کو نہ سمجھیں تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماریں گے۔

آگے عظمت قرآن کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَفَكَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ اور یہ باتیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں، تاکہ غور کریں۔''

عظمت قرآن کے اعتبار سے یہ قرآن مجید کی بہت عظیم آیت ہے۔ فرمایا اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اللہ کے جلال اور اس کی ہیبت سے دب جاتا اور پھٹ پڑتا۔ قرآن حکیم میں ہم نے فصاحت و بلاغت، قوت واستدلال اور وعظ و تذکیر کے ایسے ایسے پہلو بیان کئے کہ انہیں سن کر پہاڑ بھی اتنی سختی، بلندی اور وسعت کے باوجود خوف الٰہی سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ لیکن اے انسان تو جسے عقل وفہم کی صلاحیتیں دی گئی ہیں اگر قرآن جیسی عظیم کتاب سن کر بھی اُس سے اثر نہیں لیتا تو یہ تیری سخت محرومی ہے۔ دیکھو، قرآن عام کتاب نہیں، یہ صاحب جلال ہستی کا کلام ہے، اس سے بے اعتنائی نہ برتنا۔ علامہ اقبال نے کہا تھا۔

فاش گویم آنچہ در دل مضمر است
ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
مثلِ حق پنہاں وہم پیدا ست ایں
زندہ و پائندہ وگویا است ایں

(یعنی اس کتاب قرآن حکیم کے بارے میں جو بات میرے دل میں پوشیدہ ہے، اسے علانیہ ہی کہہ گزروں؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب نہیں، کچھ اور ہی شے ہے۔ یہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ (کا کلام ہے، لہٰذا اُسی) کے مانند پوشیدہ بھی ہے اور ظاہر بھی اور جیتی جاگتی بولتی بھی ہے اور ہمیشہ قائم رہنے والی بھی) ایک زمانے میں فتنہ خلق قرآن اٹھا تھا۔ عباسی دور میں جب مسلمانوں میں یونانی فلسفہ کے اثرات آئے، ہر چیز کو منطق کے پیمانے پر پرکھا جانے لگا۔ دینی معتقدات اور نظریات کی بھی منطقی رندے سے تراش خراش اور ایمانیات کا حلیہ بگاڑنا شروع کر دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں فتنہ خلق قرآن نے سر اُٹھایا۔ کہا گیا کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے وہ مخلوق ہے۔ لہٰذا مانو کہ قرآن بھی مخلوق ہے۔ اس موقع پر علماء کرام جو اس دین پر چلے آ رہے تھے جو حضور ﷺ سے اور صحابہ کرام ؓ سے پہنچا تھا، اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات (یعنی قرآن کا مخلوق ہونا) آج ہم نے پہلی دفعہ سنی ہے، ہم اسے ہرگز نہیں مانتے۔ لیکن خلیفہ خلق قرآن کا قائل ہوگیا تھا، لہٰذا وہ اس بات کو زبردستی منوانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اُس نے مخالفت کرنے والوں کو سخت تکلیفیں دیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کو اس مسئلے پر بہت شدید اذیت دی گئی ہے، کوڑوں سے مارا گیا اور بے دردی سے قید کیا گیا۔ بہرحال علماء نے اس چیز کو معین کر دیا کہ قرآن ہرگز مخلوق نہیں ہے، یہ اللہ کا کلام ہے۔ کلام متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ کلام کے اندر صاحب کلام کی پوری شخصیت جھلک رہی ہوتی ہے، اس کی صفات کی عکاسی ہوتی ہے۔ تو یہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کو عام چیز نہ سمجھو، عام کتاب مت سمجھو۔ جو تاثیر سورۃ الاعراف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں خود ذات باری تعالیٰ کی آئی ہے، وہ تاثیر یہاں اس کے کلام کی ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائش کی تھی کہ پروردگار مجھے موقع عطا فرما کہ میں تجھے دیکھ سکوں، مجھے تجھ سے ہم کلامی تو نصیب ہو رہی ہے، مگر میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ نے اس پر فرمایا، تم ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکتے، بلکہ تم ایسا کرو کہ سامنے پہاڑ پر نگاہ ڈالو اور اگر وہ برقرار رہ گیا تو پھر شاید تم بھی مجھے دیکھ سکو۔ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر ایک تجلی ڈالی تو اس کے اثر سے وہ پھٹ کر ریزہ ریزہ ہوگیا، اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش کر گر پڑے۔ یہاں کلام حق کی بابت فرمایا کہ اگر اِسے ہم کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ خشیت الٰہی سے جھک جاتا۔ آگے مثال بیان کرنے کا مقصد بھی بتا دیا کہ لوگ عظمت قرآن پر غور وفکر کریں، اور حقیقت کے قریب پہنچنے کی کوشش کریں۔ عظمت قرآن کو کماحقہ کوئی نہیں جان سکتا۔ انسان کے پاس یہ استعداد ہے ہی نہیں کہ وہ عظیم الشان کتاب کی عظمت کا ادراک کر سکے۔ ہاں اس مثال سے کچھ اندازہ کرنے اور حقیقت کے قریب پہنچنے کی کوشش کرو۔ اب اس بات کو پچھلی آیت کے ساتھ جوڑ دیجئے۔ جنت تک پہنچانے کے لئے بلکہ خود انسان کی اپنی عظمت اور رب کی عظمت کو بھی پہچاننے کے لئے اصل شے یہ قرآن ہے۔ چنانچہ یہ عظیم ترین تحفہ ہے جو اللہ نے انسان کو عطا کیا ہے۔ اس پر مزید گفتگو آئندہ جمعہ ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی معرفت اور قرآن مجید کی قدر منزلت پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

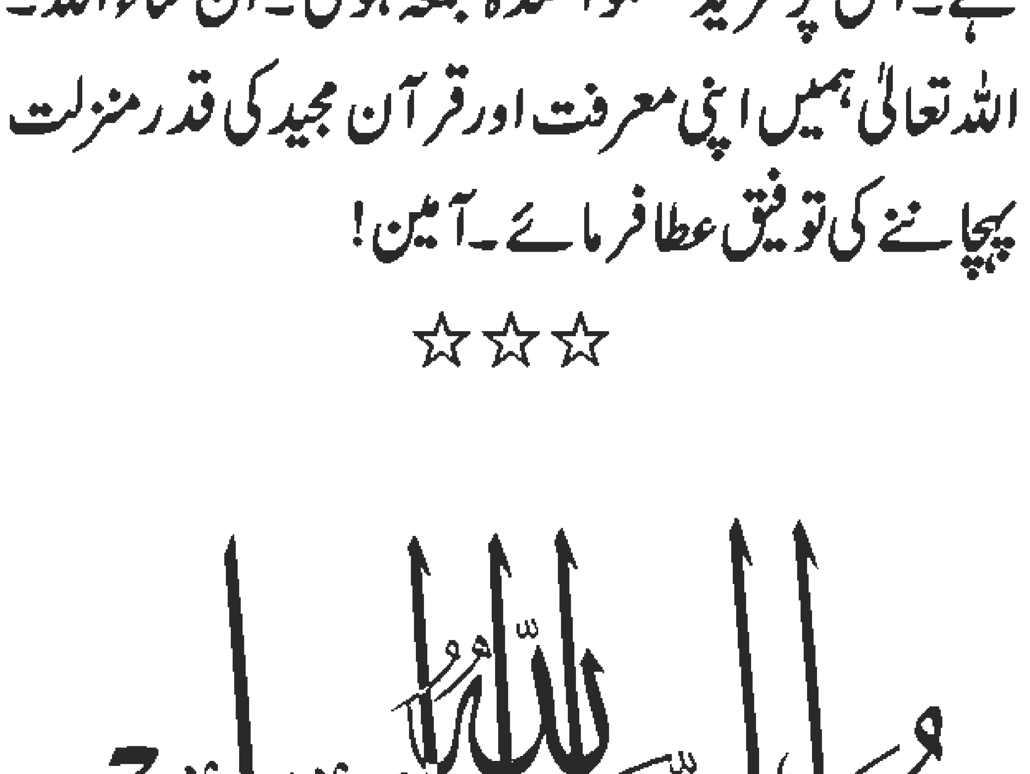

پیتے ہیں لہو......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

طالبان مذاکرات کے ضمن میں جاری گفتگوؤں اور تحریروں میں دو حوالے جو تسلسل سے سامنے آ رہے ہیں وہ آئین اور شریعت کے ہیں۔ آئین کے دائرے میں رہتے ہوئے مذاکرات کیے جائیں۔ یہ بنیادی شرط رکھی گئی ہے۔ لگتا یوں ہے کہ آئین یکا یک تقدس کی اوڑھنی لیے اس وقت سامنے آتا ہے جب شریعت کا مطالبہ کہیں سے سر اٹھائے۔ 'رٹ آف دی سٹیٹ' اور 'آئین'، اسلامی نظام کا مطالبہ کرنے والے کی درگت بنانے کے یہ دو ڈنڈے ہیں۔ عام حالات میں ذرا پاکستان کی بعد از 1973ء ہی سہی، تاریخ ملاحظہ ہو۔ یہی رٹ اور آئین بار بار فوجی بوٹوں تلے پامال ہوئی۔ رٹ کراچی میں ڈھونڈ دکھایئے۔ 2001ء کے بعد کیے جانے والے فیصلوں میں طے یہ پایا کہ رٹ کا عمل درآمد غریبوں، مسکینوں اور اسلام پسندوں پر ہوگا۔ ہواؤں، فضاؤں بحر و بر پر رٹ امریکی طیاروں ڈرونز، بحری بیڑوں، دندناتے نیٹو کنٹینروں، ریمنڈ ڈیوس جیسی بے شمار رٹ شکن گاڑیاں دوڑاتے گوروں کی قائم رہے گی۔ رٹ کا اطلاق اور حرمت دیکھنا چاہیں تو سپریم کورٹ اور پشاور ہائی کورٹ میں بے سودا لاپتہ افراد پر سینکڑوں مقدمات، احکامات، ان کی اڑتی بکھرتی دھجیوں کی صورت دیکھ لیں۔ این آر او کورٹ اور آئین کی رو سے کس کٹہرے میں کھڑا کریں گے؟ اس وقت جاری مشرف ڈراما، جو ہسپتال میں مورچہ بند ہو کر آئین کا منہ چڑا رہا ہے وہ کہاں فٹ ہوگا۔ AFIC کے بعد شاید انسٹیٹیوٹ آف سائیکیٹری سے رجوع کرنا پڑے۔ 2001ء میں ملک کی آزادی، خود مختاری امریکہ کے ہاتھ گروی رکھ کر آئین، قانون، عدلیہ کے پرزے بکھیرنے والا آمر تو ہر آئین سے بالاتر رہے۔ ملک کے طول و عرض میں قتل و غارتگری، آپریشنز سے عوام پر امن، عافیت، زندگی، رزق، پانی تک حرام کر دینے والی مشرف نامی مقدس گائے کے تحفظ پر کروڑوں لٹا کر ہم کس منہ سے رٹ اور آئین کی بات کرتے ہیں؟ اسلام کے نام پر بننے والے پاکستان میں نہ صرف لال مسجد بلکہ میجر عامر کے بھائی مولانا طیب نے سوات میں 1700 مساجد، مدارس مسمار، تباہ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ سربیا کے ہاتھوں بوسنیا، کوسوو میں یہ سب ہوا جسے یہاں قرآن و سنت کی بالادستی کے دعویدار آئین کے تحت روا رکھا گیا۔

آئین کا منہ چڑاتا PPO اس پر مستزاد ہے۔ جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کا کالا قانون لا کر حکومتی گوروں نے بے بس کالے عوام پر مسلط کر دیا۔ وہ بھی پارلیمنٹ نہیں، صدارتی محل کے آرڈیننس کے ذریعے۔ بھاری بھرکم ایوان زیریں و بالا پر ٹیکس دہندگان کا خون نچوڑ کر حاصل کردہ کمائی کیا اسی دن کے لیے خرچ کی جاتی ہے؟ عوام کے آئین میں دیئے گئے حقوق پامال، بلڈوز کرنے والا یہ امریکی قانون، مارشل لاء بن کر لاگو ہو گیا۔ پیپلز پارٹی نے ڈٹ کر منافقت یہ دکھائی کہ قومی اسمبلی میں قرارداد کی حمایت اور سینیٹ میں گونگلوؤں سے مٹی جھاڑنے کو پی پی او کے خلاف بیان داغ دیئے۔ دنیا آج گلوبل ویلیج نہیں گلوبل جنگل ہے۔ اس جنگل میں شام کے یرموک کیمپ میں بھوک سے کتے بلیاں کھاتے، مرتے مسلمانوں کے لیے FAO کے گودام خالی ہیں! عرب شیوخ اندھے بہرے ہیں؟ چودھری نے یہ لاٹھی بھینس قانون پوری مسلم دنیا میں اہل ایمان کو رگیدنے کے لیے جاری کیا ہے۔ اردن میں علمائے دین اور سلفی جہادی لیڈران جیلوں میں بند بھوک ہڑتال پر ہیں۔ تشدد کے خاتمے، وکلاء تک رسائی اور مقدمات کی تیز سماعت کے مطالبات کے راستے کی رکاوٹ ایسے ہی قوانین ہیں۔ ان کا نام وہاں تحفظ اردن آرڈیننس ہوگا! عراقی جیلوں میں بے گناہ خواتین کی ایسی ہی 'خلاف آئین' اور بمطابق تحفظ عراق پکڑ دھکڑ میڈیا میں رپورٹ ہوئی ہے۔ رشتہ داروں پر دباؤ ڈالنے کے لیے ان خواتین کو تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ اصلاً ایک ''گرینڈ تحفظ امریکہ بل'' ہے جس کے یہ سارے انڈے بچے ہیں۔ بڑے بڑے حقوق کے چیمپئن اور سیکولر اخلاقیات کے پرچارک اس پر دم کیوں سادھے رہتے ہیں؟ ماسے کہ یہ مفادات بریگیڈ کی مٹھی بھر اقلیت ہے۔ یہ بوتل، ڈالر، مادر پدر آزاد، اختلاط، راگ رنگ بھری تہذیب کے محاذ پر لڑنے والے ہیں۔ شریعت کا نام آتے ہی تپنے لگ جاتے ہیں۔ فوراً قرارداد مقاصد کی ڈھال استعمال ہوتی ہے۔ ملک میں جاری و ساری تمام قوانین کا ماخذ قرآن و سنت نہیں، گورے کا قانون ہے۔ حتیٰ کہ فیملی لاء۔ نکاح، طلاق جس پر رشتوں کی حلت و حرمت اور نسب کی حفاظت کا دارومدار ہے اور وراثت کا قانون جو مسلمان کے لیے جنت یا دوزخ طے کر دینے والی حد ہے، جنہیں چھیڑنے کی ہمت انگریز کو بھی نہ ہوئی وہ تک خلاف قرآن حصوں پر مبنی ہیں۔

جناب مسئلہ یہ ہے کہ نفاذ شریعت سے حکمرانوں اور لٹیروں، چوراچکوں، ظالموں، جاگیرداروں، وڈیروں کی گردن شکنجے میں کسی جاتی ہے۔ استحصال کی ساری زنجیریں توڑ کر شریعت عوام کو ایک اللہ کے سوا تمام غلامیوں سے نجات دلاتی ہے۔ سیدنا عمرؓ کی آواز 14 صدیوں کا فاصلہ طے کرتی اپنے ایک گورنر پر کڑکتی سنائی دیتی ہے جن کے بیٹے نے ایک مصری کو ناحق پیٹا تھا۔ عام شہری کے ہاتھوں بدلہ دلوایا گیا۔ اس نے گورنر کے بیٹے کو چھڑی سے پیٹ کر بدلہ چکا لیا تو عمر فاروقؓ نے فرمایا: 'انہیں ان کی ماؤں نے آزاد جنا تھا، تم نے انہیں غلام کب سے بنا لیا'۔ شریعت عوام دوست اور مظلوم پر اللہ کا دستِ مہربان ہوتی ہے۔ شریعت کے کوڑوں کا خوف عوام نہیں اشرافیہ کے طبقۂ بدمعاشیہ کی جان کا لاگو ہے۔

ہمیں ادھر مذاکرات میں مصروف کر کے، اُدھر دبئی کے راحت کدوں میں آئی ایم ایف کو بجلی مزید مزید مہنگی کرنے اور رہے سہے بچے کھچے ادارے فروخت کرنے کی یقین دہانیاں کروائی جا رہی ہیں۔ قوم کے لیے چولہے پر رکھی ہانڈی میں پانی میں پتھر ڈال کر ابلنے کو رکھے ہوئے ہیں۔ شور مچانے والے بچوں کو پی پی او کا کالا جن پکڑ کر لے جانے کی دھمکی کارگر ہے۔ کچھ تک روتے روتے یونہی ابدی نیند سو جائیں گے۔ مشرف نے ہانڈی چڑھائی تھی۔ ہر آنے والا تازہ پتھر، مزید پانی ڈال دیتا ہے۔ قوم خط غربت کے نیچے بیٹھی ٹھٹھرتی اینکروں کے مداری تماشوں سے بہلائی جاتی ہے۔ اُدھر سیاست دان، حکمران بلٹ پروف بی ایم ڈبلیوز کے حصول میں جتے ہوئے ہیں۔ عوام کے غم خواروں نے متاثرین دہشت گردی کے لیے امدادی پروگرام طے کیا ہے۔ آپریشن تو ہوگا۔ اثرات مابعد سے نمٹنے کے لیے زخمی، ہلاک ہونے والے کے لیے معاوضے کا انتظام کر دیا ہے۔۔۔ سو۔۔۔ آپ (باقی صفحہ 16 پر)

مغرب کا اسلاموفوبیا

ترتیب: فرقان دانش

خلافت فورم میں فکرانگیز مذاکرہ

مہمانانِ گرامی: ڈاکٹر ابصار احمد (سابق چیئرمین شعبہ فلاسفی پنجاب یونیورسٹی وصدر انجمن خدام القرآن)
ڈاکٹر منور اے انیس (معروف اسلامی سکالر و ڈائریکٹر سینٹر فار گلوبل ڈائیلاگ UMT)

میزبان: وسیم احمد

سوال : محترم ڈاکٹر صاحب! امت مسلمہ کے مسائل پر ماشاء اللہ آپ کی گہری نظر ہے اور آپ علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کے لیے دنیا بھر میں سفر کرتے ہیں۔ یہ بتائیں کہ اسلاموفوبیا اور اس کی مختصر تاریخ کیا ہے؟

ڈاکٹر منور اے انیس : اسلاموفوبیا کی اصطلاح 9/11 کے بعد دنیا کے منظر نامہ پر آئی۔ اسلاموفوبیا سے مراد وہ عوامل یا محرکات ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بروئے کار لائے جاتے ہیں۔ یعنی کوئی بھی ایسا عمل جو نعوذ باللہ اسلام کو نیچا دکھانے اور اسلامی اقدار کی توہین کرنے پر مرکوز ہو، اُسے ہم جدید اصطلاح میں اسلاموفوبیا کا نام دیں گے۔ اس کا مرکزی خیال درحقیقت اسلام اور مسلمانوں سے نفرت نیز اسلامی تعلیمات سے عداوت کے ساتھ ساتھ قرآن حکیم اور حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے۔ لیکن اگر آپ تاریخ کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یہ مغرب کی جانب سے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ صلیبی جنگوں سے پہلے بھی اس قسم کی بیہودہ حرکات کا حوالہ ملتا ہے۔ درحقیقت صلیبی جنگوں کا آغاز اسی قسم کے پراپیگنڈے سے کیا گیا تھا۔ خلافت عثمانیہ کے عروج کے بعد جب اسلام مشرقی یورپ بالخصوص البانیا، بوسنیا وغیرہ میں پھیلنا شروع ہوا تو وہاں کے مسلمانوں کو مسلم کی بجائے ترک کہا جاتا تھا۔ یورپیوں کی اسلام دشمنی کا اندازہ آپ اس بات سے ہی لگا سکتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کا وہاں ذکر خیر ہوتا تھا تو یورپی عیسائی ترک پیغمبر کہہ کر آپ کا ذکر کرتے تھے۔ اسلام دشمنی کی تاریخی بنیاد آپ دو واقعات کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں۔ اوّل صلیبی جنگیں اور دوم خلافت عثمانیہ کا عروج اور مشرقی یورپ میں اسلام کی آمد۔

سوال : مغرب میں اسلاموفوبیا کی بہت سی صورتیں نظر آتی ہیں جس میں سب سے نمایاں قرآن اور صاحب قرآن نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی اور بالخصوص آپ کے کردار کو نشانہ بنایا جانا ہے۔ آپ کے خیال میں اس عمل کے پیچھے کون کون سے محرکات شامل ہیں۔

ڈاکٹر ابصار احمد : ڈاکٹر منور اے انیس صاحب کی بات کو بڑھاتے ہوئے میں عرض کروں گا کہ اسلاموفوبیا کی اصطلاح آج سے 100 سال پہلے ایک فرانسیسی مصنف نے اپنی کتاب میں استعمال کی تھی اور عصر جدید میں یہ اصطلاح 9/11 کے واقعہ کے بعد بہت نمایاں انداز میں منظر عام پر آئی ہے۔ مغرب کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کی کئی وجوہات ہیں، جس میں صلیبی جنگوں کے پس منظر میں ایک مخصوص ذہنیت اور اس کا تسلسل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کی ماضی میں ایک تہذیب کی حیثیت سے شاندار روایات موجود ہیں۔ اِس وجہ سے بھی مغرب اسلام سے ایک پرخاش اور دشمنی رکھتا ہے۔ جدید دور میں جب یورپ نے مسلم لیبر کو اپنے ممالک میں کام کی غرض سے بلانا شروع کیا تو ظاہر ہے کہ یورپی ممالک میں جانے والے مسلمان وہاں اپنا اسلامی تشخص اور روایات بھی ساتھ لے گئے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یورپ آزادیٔ رائے اور ثقافتی کثرتیت کا جو راگ الاپتا ہے، اُس کے تحت مسلمانوں کو بھی مکمل مذہبی آزادی اور رائے کے اظہار کا موقع ملنا چاہیے تھا، تاکہ وہ اپنا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکتے۔ لیکن اس کے برخلاف مغرب کا اسلام اور مسلمانوں سے نفرت کا معاملہ اُبھر کر سامنے آیا ہے۔ اور بالخصوص قرآن کی عظمت اور حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک کو ایک مقصد کے تحت نشانہ بنایا گیا ہے حالانکہ حضور اکرم ﷺ کی ذاتِ گرامی بے داغ ہے، خود بہت سے نو مسلم بلکہ غیر مسلم مصنفوں نے بھی اپنی بے شمار کتب میں آپ کی عظمت کا برملا اعتراف کیا اور صاف کہا کہ آپ ایک عظیم شخصیت، ایک عظیم لیڈر تھے۔ آپ نے انتہائی مختصر وقت میں سرزمین حجاز میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کر دیا تھا۔ لہٰذا انہی باتوں کی بنا پر مغرب کی بیمار ذہنیت نے پیغمبر اسلامؐ کی عظیم المرتبت ہستی کی ناموس کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت نشانہ بنایا ہے۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نہ صرف عام لوگ بلکہ عیسائی مذہبی لیڈروں نے بھی اس ناپاک مشن میں بہت گھناؤنا کردار ادا کیا ہے۔ مثال کے طور پر ٹیری جونز اور وین ساپ وغیرہ نے جس طرح قرآن کی بے حرمتی کی اور حضور اکرم ﷺ کے جس طرح توہین آمیز خاکے بنائے گئے ہیں اُس سے اُن لوگوں کی اسلام دشمن سوچ کھل کر سامنے آگئی۔

سوال : فلوریڈا کے پادری ٹیری جونز نے دوبارہ قرآنِ پاک کو جلانے کی جو ناپاک جسارت کی، اس قسم کے حالات میں جب مسلمانوں کی جانب سے سخت کا ردعمل سامنے آتا ہے تو اُس پر مغرب کی جانب سے مسلمانوں کے خلاف مزید نفرت کا رویہ سامنے آتا ہے۔ آپ کی نظر میں مغرب کا یہ رویہ کس چیز کی عکاسی کرتا ہے؟

ڈاکٹر منور اے انیس : پادری ٹیری جونز کی جانب سے قرآن پاک کو دوبارہ نذرِ آتش کرنے کی ناپاک جسارت درحقیقت ایران میں ایک پادری (جو کہ آج سے سولہ سال پہلے مسلمان تھا) کے ساتھ ہونے والے سلوک کے ردعمل کے طور پر سامنے آئی۔ جہاں تک مغربی رویہ کا تعلق ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ منافقانہ ہے۔ دیکھیے، سلمان رُشدی نے Satanic Verses کے نام سے جو کتاب لکھی تھی اس کے بہت سے نسخے مسلمانوں کی جانب سے لندن میں جلائے گئے تھے، جس پر مغرب کی جانب سے مسلمانوں پر کتاب دشمن ہونے کا الزام لگا تھا اور اس بات کو مغربی میڈیا نے بہت اُچھالا تھا۔ حالانکہ یہ مسلمانوں کا ردعمل تھا، ورنہ تاریخی لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی تہذیب کتاب اور علم کی تہذیب ہے۔ قرآن کی پہلی وحی کا آغاز ہی ''اقرأ'' سے ہوتا ہے۔ کتاب دشمن مسلمان نہیں بلکہ خود عیسائی ہیں، کیونکہ ٹیری جونز جیسے لوگوں نے قرآن کو نذرِ آتش کرنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ اب وہ مغربی مفکر اور دانش ور کہاں ہیں جو پہلے چیخ چیخ کر مسلمانوں کو کتاب جلانے والے جیسے القابات دیا کرتے تھے۔ مغرب کی جانب سے جس تہذیبی اخلاقیات کا مظاہرہ کیا جاتا ہے وہ درحقیقت منافقانہ رویہ ہے۔

سوال : آپ کے خیال میں اسلاموفوبیا دورِ حاضر میں مسلمانوں کے لیے کتنا نقصان دہ ہے؟ کیا یہ نسل پرستی کی ہی ایک قسم ہے؟

ڈاکٹر منور اے انیس : دورِ حاضر میں وہ مسلمان جو مغربی ممالک میں رہ رہے ہیں خاص طور پر جو مغرب میں پیدا ہوئے، اُن کے لیے اسلاموفوبیا نہ صرف سماجی اور ثقافتی لحاظ سے بلکہ معاشی لحاظ سے بھی انتہائی نقصان دہ ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے ساتھ مغرب میں نہ صرف ملازمتوں میں امتیازی سلوک روا رکھا جاتا ہے بلکہ اُن کے لیے تعلیمی اور معاشی ترقی کے مواقع بھی انتہائی کم ہیں۔ نیز مغرب میں مسلمانوں پر اپنی ثقافتی تشخص کے اظہار کے حوالے سے مزید قدغنیں لگائی جا رہی ہیں۔ مسلمانوں کو مغرب میں

ایک جاسوس کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ لوگ مغرب میں آ کر نہ صرف ہمارے وسائل استعمال کرتے ہیں بلکہ ہماری جاسوسی کرتے ہوئے ہمارے ہی وسائل کو ہمارے خلاف استعمال کرتے ہیں۔ مغرب کے دوھرے معیار کی ایک مثال پچھلے سال فرانس میں مسلمانوں کے قبرستان میں کچھ قبروں کی شخصی آزادی کے نام پر بے حرمتی ہے۔ اگر پوری دنیا میں نسلی یا مذہبی منافرت کے قوانین کے معیار کو دیکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہر جگہ دوہرا معیار ہے۔ کیا مغربی میڈیا مسلمانوں اور اسلام کے خلاف پھیلنے والی نفرت کی اُسی طرح تشہیر کرتا ہے جیسے سامی نسل کے خلاف نفرت کی روک تھام کی تشہیر کی جاتی ہے۔ ایک طرف تو مغرب کی جانب سے آزادی اظہار رائے کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، دوسری طرف مغرب کے کئی ممالک میں آپ یہودیت کے خلاف بات تک نہیں کر سکتے ہیں۔ آسٹریا، آسٹریلیا، فرانس اور کینیڈا وغیرہ میں ہولوکاسٹ پر تنقید کرنا تو کجا آپ اس حوالے سے لب کشائی تک نہیں کر سکتے۔ لیکن جب مسلمان اپنی مذہبی اقدار، اپنی مذہبی کتاب اور اپنے پیارے نبی ﷺ کے خلاف چلنے والی نفرت انگیز مہم کے حوالے سے قانون سازی کی بات کرتے ہیں تو فوراً آزادیٔ اظہارِ رائے اور شخصی آزادی اظہار کے نعرے لگنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یوں مغرب کی جانب سے اپنا مکمل منافقانہ رویہ کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔

سوال : اسلاموفوبیا کی پرانی شکل استشراق ہے جو درحقیقت ایک علمی تحریک تھی۔ آپ کے خیال میں کیا موجودہ اسلاموفوبیا اُسی علم استشراق کی ایک قسم ہے یا پھر اس کا پس منظر کچھ اور ہے؟

ڈاکٹر ابصار احمد : درحقیقت ''علم استشراق'' علمی تحقیق کے حوالے سے ایک عمدہ روایت تھی، جس میں ہینری کوربن، لی برگ وغیرہ جیسے لوگوں نے مسلمانوں کی مذہبی وثقافتی اقدار کو علمی نقطہ نظر سے سمجھنے کی کوشش کی تھی۔ جس میں لسانیات اور ثقافتی روایات وغیرہ کا ایک بامقصد طریقہ سے مطالعہ سامنے آتا تھا۔ بدقسمتی سے بعد کے دور میں علم استشراق کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جانے لگا، جو بڑھتے بڑھتے گزشتہ پچاس ساٹھ سالوں میں اپنے عروج کو پہنچا ہے جس میں قابل ذکر نام برنارڈ لیوس اور ڈینیل پائپس جیسے اُن یہودیوں کا ہے جو مسلمانوں سے بغض وحسد کے حوالے سے دُنیا میں بہت نمایاں ہیں۔ اِن لوگوں نے پرانی تحریک استشراق کو بالکل مسخ کر کے ذاتی بغض وعناد کے اظہار میں تبدیل کر کے رکھ دیا ہے، جس میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف زہر نا کی کھلم کھلا سامنے آتی ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ مغرب میں زینوفوبیا یعنی دوسروں کے ساتھ نفرت کا سلسلہ کافی پرانا چلا آ رہا ہے لیکن حالیہ 9/11 کے واقعہ کو زبردستی مسلمانوں کے ساتھ جوڑا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ حقیقت میں یہودیوں اور نیوکونز کا بھیانک سازشی منصوبہ تھا، جس کا مقصد مسلمانوں کے مادی وسائل پر نہ صرف قبضہ کرنا تھا بلکہ وسط ایشیا کے وسائل پر قبضہ جمانے کی راہ ہموار کرنا تھا۔ لہٰذا اگر اس سارے منظرنامے کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ علم استشراق کو بھی اس خوفناک جنگی منصوبے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مغرب نے کچھ ایسے لوگوں کو بھی اسلاموفوبیا کے لیے استعمال کیا ہے جنھوں نے مذہبِ اسلام سے بغاوت کی ہے، جن میں قابل ذکر نام وفا سلطان، ابن ورّاق اور ایک خاتون عیان حرسی علی کا ہے۔ ان لوگوں نے جس طرح اسلام کو نشانہ بنایا اور نعوذ باللہ توہین آمیز خاکے بنائے ہیں، اس سے بھی اسلاموفوبیا کو مزید تقویت ملی ہے۔ اسلاموفوبیا کی اصطلاح مسلمانوں کی بجائے خود غیر مسلموں کی دی ہوئی ہے۔ ''فوبیا'' کا لفظ کسی بھی قسم کے ذہنی عارضے میں مبتلا شخص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اسلام کے خلاف اُن لوگوں کی بڑھتی ہوئی نفرت کے سبب اُنھوں نے خود اِسے اسلاموفوبیا کا نام دیا ہے۔

سوال : اسلام کے لغوی معنی تو امن کے ہیں۔ اِن لوگوں نے امن پسند دین اسلام کو فوبیا کیسے بنا لیا؟

ڈاکٹر ابصار احمد : درحقیقت اسلام کے درخشاں ماضی اور مسلمانوں کی روشن روایات کو اِن غیر مسلموں نے کبھی بھی دِل سے تسلیم نہیں کیا۔ لہٰذا سوویت یونین کے ٹوٹنے کے بعد وہ جان چکے تھے کہ اب اسلام ہی ہمارا حریف بچا ہے، جسے ہم نے ہر صورت میں ختم کرنا ہے۔ ہنگٹنگٹن نے اپنی کتاب ''تہذیبوں کے ٹکراؤ'' میں واضح الفاظ میں یہ ذکر کیا ہے کہ ابھی اسلام اور مغرب کی تہذیبوں کے درمیان ایک خونی ٹکراؤ ہونا باقی ہے۔ جیسے چینی تہذیب ہے، اُسی طرح اسلامی تہذیب بھی دُنیا میں اپنا ایک اہم مقام اور وقار رکھتی ہے۔ پچھلے دس سالوں میں انٹرنیٹ نے بھی اسلاموفوبیا کو پھیلانے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے، جس میں اسلام اور مسلمانوں کی توہین کے ساتھ ساتھ آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کے علاوہ توہین آمیز خاکوں کی تشہیر کا گھناؤنا کردار نمایاں ہے۔ اسلام تو تمام دُنیا کے مذاہب کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔ اسلام دُنیا میں کبھی تلوار کے زور پر نہیں پھیلا بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ یہ بزرگانِ دین اور عادل بادشاہوں کے طرزِ عمل کی وجہ سے پھیلا ہے۔ مغرب کو اِن تمام معاملات کو بھی انصاف کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ آج امریکا اور یورپ میں مساجد اور میناروں کی تعمیر کے معاملے میں روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ اسی طرح مساجد میں اذان دینے کے معاملے میں پابندی لگائے جانے کی باتیں ہوتی ہیں۔ یہ وہ معاملات ہیں جو وہاں رہنے والے مسلمانوں کے حقوق کی کھلم کھلا خلاف ورزی ہے۔

سوال : آپ کے خیال میں کیا مغربی ممالک میں مقیم مسلم امہ کی اشرافیہ اسلاموفوبیا اور اُس کے اثرات ونتائج سے مکمل باخبر ہے؟

ڈاکٹر منور انیس : جی نہیں! میرے خیال میں اسلامی ممالک کے میڈیا پر اسلاموفوبیا کی تشہیر انتہائی کم ہے۔ خاص طور پر پاکستانی میڈیا اسلاموفوبیا کے حوالے سے کبھی تشہیر نہیں کرتا۔ اسی طرح وہ مسلمان جو مغربی ممالک میں اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں وہ بھی اسلاموفوبیا کے حوالے سے کم علمی کا شکار ہیں۔ نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مسلم میڈیا اسلاموفوبیا کے حوالے سے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہا ہے۔ آپ صرف اسی بات سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہمیں اسلاموفوبیا کی خبریں سوشل نیٹ ورکنگ کی ویب سائیٹوں سے ملتی ہیں۔ اس حوالے سے اسلاموفوبیا واچ، اِسلاموفوبیا ٹوڈے اور کونسل آف امریکن اسلامک ریلیشن قابل ذکر ہیں۔ اسلاموفوبیا کے واقعات اب تقریباً روز بروز رونما ہو رہے ہیں۔ ایسے واقعات بھی پیش آ چکے ہیں کہ نعوذ باللہ قرآن کے نسخہ پر سُور کا خون ڈال کر کسی مسجد میں پھینک دیا گیا۔ اسی طرح مساجد کو مسمار کرنے کے علاوہ مسلمانوں کی قبروں کی بے حرمتی کی گئی۔ یہ مسلمانوں اور اسلام سے نفرت کی انتہا کو پہنچے ہوئے واقعات ہیں۔ اسی طرح ہر وہ حربہ مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے جو مسلم کلچر کے فروغ میں رکاوٹ بنے۔ خود امریکہ کی بہت سی ریاستوں میں یہ بحث زبان زد خاص وعام رہی ہے کہ آیا امریکہ میں مقیم مسلمان اپنے خاندانی معاملات شریعت کورٹ کے تحت حل نہیں کر سکیں گے۔

سوال : اظہار رائے کی آزادی کے حوالے سے کیا کوئی ضابطۂ اخلاق نہیں بنانا چاہیے یا ہر فرد کو یہ آزادی حاصل ہے وہ جو چاہے اور جس کے خلاف چاہے بولتا رہے؟

ڈاکٹر ابصار احمد : آزادی رائے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی بھی قسم کی مغلظات کسی بھی شخصیت کے خلاف بکنا شروع کر دے یا کسی بھی مذہب کی مقدس ہستیوں کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دے۔ لہٰذا مغرب کو اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے کہ وہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کی دِل آزاری نہ کرے کیونکہ یہ ایک غیر اخلاقی طرزِ عمل ہے۔ اب جب کہ مسلمانوں کی ایک بڑی لیبر فورس مغرب میں کام رہی ہے نیز امریکہ میں مسلمان ڈاکٹرز اور

انجینئرز کی ایک بہت بڑی تعداد خدمات سرانجام دے رہی ہے، اسی طرح مسلمان مغرب کی یونیورسٹیوں میں تدریسی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔ اس حوالے سے مغرب کو اپنی روایتی مسلم دشمنی میں اب تبدیلی لانی چاہیے۔ جب ہم مغربی رویہ کی بات کرتے ہیں تو ہمیں اس حوالے سے مغرب کے رویہ اور فکر و عمل میں کھلا تضاد دیکھنے کو ملتا ہے۔ ایک طرف علمی میدان میں تو ترقی کی منازل طے ہوتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، جبکہ دوسری طرف گوانتاناموبے جیل میں قید مسلمان قیدیوں کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھا جاتا ہے۔ افغانستان و عراق میں امریکہ نے جس طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی ہے، اُس کے نتیجہ میں اب مسلمانوں کو بھی اپنے اتحاد و تنظیم پر خصوصی توجہ دینا ہوگی، کیونکہ اب معاملہ صرف OIC تک نہیں رہا کہ صرف نشستند گفتند اور برخاستند تک رہے، بلکہ اب واقعتاً مسلمانوں میں ایک اُمید اور جوش پیدا ہونا چاہیے کہ اب ہم نے دُنیا میں اپنے وقار کو بحیثیت مسلمان بلند کرنا ہے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے کہ جب ہمارے اندر مسلمان بن کر جینے اور مسلمان بن کر مرنے والی آرزو پیدا ہو جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی سطح پر ایک ایسی ماڈل اسلامی ریاست معرضِ وجود میں لائی جائے جس سے جہاں تمام عالم پر یہ واضح کیا جاسکے کہ اسلام ایک اعلیٰ و ارفع معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظام رکھتا ہے جو تمام عالم کے لیے فلاح و خوشحالی کا ضامن ہے۔ اس سے نہ صرف مغرب جو تمام دُنیا پر اپنے آپ کو مقدم جانتا ہے اس کی قلعی تمام دُنیا پر کھل جائے گی بلکہ اُس کے نظام میں موجود بڑے نقائص (جن کا واضح اعتراف خود اُس کے مفکر و دانشور بارہا کر چکے ہیں مثلاً آج کل کا جدید انسان روحانی سطح پر مکمل کھوکھلا ہو چکا ہے) اس کا بھی اسلامی نظام سے مداوا کیا جاسکے گا۔ لہٰذا اسلام کو ہمیں اب دُنیا کے سامنے ایک مثبت متبادل کے طور پر پیش کرنا چاہیے۔ کیونکہ صرف اسلام ہی تمام دُنیا کے مذاہب اور نظاموں کے مقابلے میں ایک بہترین عادلانہ کردار ادا کر سکتا ہے۔

سوال: امریکہ اور یورپ میں جہاں قانون کی بہت عملداری ہے، وہیں پر ہم دیکھتے ہیں کہ فرانس میں مسلمانوں کی قبروں کو مسخ کرنے کا جو واقعہ سامنے آیا یا قرآن پاک کو جلانے کی ناپاک جسارت دوبارہ سے ہوئی، کیا اس سلسلے میں کوئی ضابطہ اخلاق نہیں ہونا چاہیے؟

ڈاکٹر منور انیس: حیرت کی بات ہے کہ آج مغرب مختلف معاشرتی نظاموں کی بات کرتا ہے جبکہ مغرب کا بائیں بازو کا لبرل طبقہ ملٹی کلچرل سوسائٹی سے نہ صرف عملی بلکہ فکری سطح پر بھی انکاری ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے انسان کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف گروہوں میں تقسیم کیا، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو اور اللہ کی نظر میں تم میں صاحب کرامت وہ ہے جو زیادہ تقویٰ والا ہو۔ اگر واقعتاً آپ میں انسانیت ہے تو اسلاموفوبیا کے حوالے سے عمل کرنا تو دور کی بات آپ اُس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ یہودیوں کے خلاف جتنے بھی اقدامات کیے گئے ہیں وہ عیسائیوں کی طرف سے ہوئے ہیں نہ کہ مسلمانوں کی طرف سے۔ جب عیسائیوں نے اسپین سے مسلمانوں کو بے دخل کیا تو اسپین کے یہودی وہاں سے مسلمانوں کے ممالک الجزائر، مراکش وغیرہ چلے گئے تھے۔ آج ترکی میں جو یہودی آباد ہیں وہ اُسی وقت کے یہودی ہیں جو اسپین سے ہجرت کر کے ترکی میں داخل ہوئے تھے۔ بدقسمتی سے آج مسلمانوں کے اندر نہ صرف خود اعتمادی اور خود شناسی کا فقدان پایا جاتا ہے بلکہ ہمیں اپنے آپ کو مسلمان کہلواتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے جس طاقت اور جذبے نے ہمیں جوڑا تھا وہ جذبہ اب برائے نام ہی رہ گیا ہے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج دُنیا کے نقشہ میں تقریباً 60 کے قریب اسلامی ممالک ہیں مگر اُن کی حیثیت صرف غلام ممالک کی سی ہے۔ وہاں کی حکومتیں اور عوام غلامانہ اور تقلیدی طرزِ زندگی اپنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح تعلیمی اور فکری سطح پر ہمارا عالمی کردار نہ ہونے کے برابر ہے۔ کیونکہ ہم مسلمان آج رہنما ہونے کی بجائے غلام بن چکے ہیں۔ ہمارے رویے معذرت خواہانہ بن چکے ہیں۔ ہمارے اندر آگے بڑھنے کی جستجو تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ لہٰذا اگر ہم اسلاموفوبیا کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اُس کے لئے سب سے پہلے ہمیں دُنیا میں اپنی شناخت بنانا ہوگی جیسے علامہ اقبال نے اپنی شاعری میں مسلمانوں کو خودی اور خود شناسی کا درس دیا ہے۔ لہٰذا سب سے پہلے اسلاموفوبیا کے خاتمہ کے لیے ہمیں میڈیا کے ذریعہ اس کے خلاف ایک پُرزور تشہیری مہم کا آغاز کرنا چاہیے اور دوسرے عالمی سطح پر انسانی حقوق کے حوالے سے اسلاموفوبیا کے خلاف بھرپور آواز بلند کرنی چاہیے۔

سوال: اسلاموفوبیا سے نجات کے لیے آپ مسلم اُمہ کو کیا طریقہ کار تجویز کریں گے؟

ڈاکٹر ابصار احمد: سب سے پہلے تو ہمیں قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ کی طرف لوٹنا ہوگا۔ جب تک بقول اقبالؔ ''قرآن میں ہو غوطہ زن اے مردِ مسلماں'' والی کیفیت اور اسلامی تشخص ہمارے اندر پیدا نہیں ہوگا تب تک ہم دنیا میں اپنی شناخت نہیں بنا سکتے۔ بظاہر دُنیا میں کئی اسلامی ممالک ہیں مگر نہ تو اُن کے اندر کوئی اسلامی جذبہ موجود ہے اور نہ وہ کوئی اسلامی شناخت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں دُعا کرنی چاہیے کہ تمام مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت پیدا ہو۔ اسی طرح علمی سطح پر بھی ہمیں بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ کچھ لوگ اس سلسلے میں کافی جانفشانی سے دن رات کام بھی کر رہے ہیں، جس میں دو نام پروفیسر شاہد عالم اور پروفیسر شبیر اختر کے ہیں جو کہ امریکہ میں درس و تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو نہ صرف امریکی نیوکونز بلکہ عالمی صیہونی سازشوں کو بھی تمام دُنیا کے سامنے بے نقاب کر سکتے ہیں اور اعلیٰ علمی سطح پر اسلام کی حقانیت ثابت کر سکتے ہیں۔

ضرورت رشتہ

☆ بیٹی، عمر 23 سال، تعلیم ایف اے کے لیے دیندار گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-35220213

☆ لڑکی، عمر 21 سال، تعلیم ڈی فارمیسی کے لیے دینی رجحان کے حامل لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0313-4752841

☆ لڑکی، عمر 26 سال، تعلیمی قابلیت بی ایس سی کے لیے اسلامی ذہن رکھنے والے لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لڑکے کے گھر والے رابطہ کریں۔
برائے رابطہ: 042-35423557

☆ جہلم میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال، تعلیم بی اے، بی ایڈ، قد 5 فٹ 3 انچ، صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیقِ تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔
برائے رابطہ: 0334-8625605

دُعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی سوسائٹی (کراچی جنوبی) کے رفیق جناب اصغر علی کے والد انتقال کر گئے۔

☆ حلقہ گوجرانوالہ کے منفرد رفیق رانا محمد ابوبکر کے والد قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

☆ منفرد دائرہ نارووال کے مبتدی رفیق طارق محمود سندھو کے سسر قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ (آمین) قارئین اور رفقائے تنظیم سے بھی مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

عصبیت اور قوم پرستی کا زہر

راحیل گوہر

سلطنت عثمانیہ کے زوال کا سبب دوسری کئی کمزوریوں کے ساتھ ایک قوم پرستی کا نعرہ بھی تھا۔ مسلمانوں کی یہ عظیم سلطنت 600 سال کے عرصہ پر محیط ہے۔اس قوم پرستی کی شروعات ترک قوم پرستی کی حمایت سے ہوئی، پھر عرب قوم پرستی کی اسی طرز کے نعرے سے اس کی حمایت کی گئی۔اس قوم پرستی کی حمایت نے معاشرے کی صفوں میں دراڑیں ڈال دیں اور قوم آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوگئی۔

سلطنت عثمانیہ چونکہ کئی کمزوریوں کا شکار تھی، لہٰذا انہیں کمزوریوں نے قوم پرستی اور کمزور کرنے والے دیگر عناصر کو ابھرنے میں مددی اور آخر کار خانہ جنگی ایک بڑے ہمہ گیر انقلاب کی صورت اختیار کرگئی۔دوسری جانب نوآبادیاتی طاقتوں نے اسلامی ممالک میں پھوٹ ڈالنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ان کا یہ خاص اصول تھا کہ ''تقسیم کرو اور حکومت کرو۔'' چنانچہ انہوں نے ایک ہی ملک یا نوآبادی کے اندر قبائلی تفرقہ کو پروان چڑھایا اور قوم پرستی کے احساس کو فروغ دیا، جو بعد میں ملکوں کی تقسیم، حتیٰ کہ ان کی ایک دوسرے کے خلاف جنگ وجدل کا باعث بنا۔

مولانا مودودیؒ ''مسئلہ قومیت'' میں لکھتے ہیں: ''اس میں شک نہیں کہ قومیت کی ابتداء ایک معصوم جذبہ سے ہوتی ہے، یعنی اس کا مقصد اول یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص گروہ کے لوگ اپنے مشترکہ مفاد ومصالح کے لیے عمل کریں اور اجتماعی ضروریات کے لیے ایک قوم بن کر رہیں لیکن جب ان میں ''قومیت'' پیدا ہوجاتی ہے تو لازمی طور پر ''عصبیت'' کا رنگ آجاتا ہے اور جتنی جتنی ''قومیت'' شدید ہوتی جاتی ہے اسی قدر ''عصبیت'' میں بھی شدت بڑھتی جاتی ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر رزم اور بزم دونوں میں قومیت کی حد فاصل دونوں گروہوں کے درمیان قائم رہتی ہے۔اس چیز کا نام عصبیت وحمیت ہے اور قومیت کی یہ وہ لازمی خصوصیت ہے جو اس کے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔'' اسلام رواداری اور افہام وتفہیم کے دائرے میں رہ کر اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات کو طے کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور تمام علیحدگی پسندانہ اور فرق وامتیاز پیدا کرنے والے نظریات کی سخت ممانعت کرتا ہے، چاہے ان کا موقف کچھ بھی ہو۔اسلام بنیادی اور اصولی طور پر تمام انسانوں کو مساوی درجہ دیتا ہے۔ارشاد ربانی ہے: ''لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورت (پیدا کرکے روئے زمین پر) پھیلادئے۔(النساء:1) اسلام انسانوں کے مابین خونی اور رحمی رشتوں کو احسن طریق پر قائم رکھنے پر زور دیتا ہے اور ساتھ ہی ان رشتوں اور تعلقات میں معاشرہ کی سطح پر کسی قسم کا امتیاز برتنے کی بھی ممانعت کرتا ہے۔کیونکہ یہ رشتے اور تعلقات معاشرے کو مستحکم بناتے ہیں اور انسانوں کی بہبود اور ترقی کے لیے طاقت فراہم کرتے ہیں۔اگر ان میں خاندانی یا نسلی امتیاز برتا گیا تو مطلوبہ مقاصد حاصل نہیں ہوسکتے۔

انسانوں کے مابین جو کوئی بھی ایسی بنیاد ڈالے گا جس سے معاشرے میں فتنہ وفساد کی راہ ہموار ہو اور لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے نفرت اور عداوت کی فضا پیدا ہوجائے اور عصبیت کا تباہ کن تصور ذہنوں میں پیدا ہوجائے یہ اسلام کے مزاج کے قطعی خلاف اور غیر انسانی رویہ ہے۔چنانچہ قبائلی اور قومی عصبیت کی مذمت کرتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''جو کوئی بھی کسی قسم کے قومی تعصب یا عصبیت کی حمایت کرتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔'' ابوالحسن علی ندویؒ ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' میں لکھتے ہیں: ''نفرت اور خوف قوم پرستانہ زندگی کے ضروری عناصر ہیں، جن کے بغیر اس میں جان نہیں آتی۔قوم پرستی کا جوش اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوتا اور اگر پیدا ہوجائے تو باقی نہیں رہتا جب تک کہ قوم کے لیے کوئی چیز نفرت کرنے لیے اور کچھ ڈرنے کے لیے نہ ہو۔چنانچہ قومی رہنما نفرت اور خوف کے ذریعہ سے اس کے جذبات برانگیختہ کرتے رہتے ہیں اور اس کی دکھتی رگ کو دبا کر اس میں ہیجان واشتعال اور جوش وخروش پیدا کردیتے ہیں۔وہ نفرت اور خوف کی آگ کو بجھنے نہیں دیتے بلکہ رائی کا پہاڑ بنا کر چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بڑھا کر اور کسی نہ کسی حقیقی یا فرضی حریف کو سامنے لاکر قوم کے جذبۂ نفرت وخوف کو زندہ اور متحرک رکھتے ہیں، اور اسی میں اپنی حکومت یا قیادت کی زندگی اور اپنی بقا سمجھتے ہیں۔'' مغرب کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ ان کے حکمرانوں نے عالم اسلام کو ایک دہشت گرد قوم بنا کر پیش کیا ہوا ہے۔اور اسلام کی جو تصویر وہ اپنی قوم کو دکھا رہے ہیں اس میں اسلام کو امن وسلامتی کا دین نہیں بلکہ دہشت گرد، ظالم وجابر، دقیانوسی آزادئ نسواں کا دشمن، وحشیانہ سزاؤں اور انسان کی آزادئ فکر اور اس کے فطری تقاضوں پر پہرے بٹھا دینے والے مذہب کے طور پر پیش کیا، تاکہ مسلمانوں پر وہ جس طرح کا چاہیں ظلم واستحصال کریں اور جب اور جہاں چاہیں مسلمانوں کی نسل کشی کریں اور ان کی قوم یہی سمجھتی رہے کہ ان کی حکومت جو کچھ کررہی ہے وہ ہمارے وسیع تر مفاد اور ہماری بقا اور تحفظ کے لیے ہی ہے۔

ہمارے اپنے وطن میں بھی اس وقت صوبائیت کی بلند ہوتی آوازیں اس بات کا ثبوت ہے کہ قوم پرستی کا جذبہ پاکستانی قوم کے ذہنوں میں تیز وتند آندھی کی طرح پھیلتا جارہا ہے۔اور ہمارے مفاد پرست سیاسی اور مذہبی رہنما قوم پرستی کی اس آگ کو پھیلانے میں پورے جوش وخروش سے لگے ہوئے ہیں۔ملک کی سالمیت داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ہمارے ملی وجود سے ٹوٹا ہوا ایک بازو جو اب بنگلہ دیش کے نام سے موسوم ہے، اس میں بھی آج کل قوم پرستی اور عصبیت کی تباہ کن آگ بھڑک اٹھی ہے۔وہاں کی قوم پرست حسینہ عصبیت وعداوت کی آگ میں خود بھی جل رہی ہے اور بے گناہ لوگوں کو بھی اس آگ میں گھسیٹ رہی ہے، پہلے عبدالقادر ملاّ کو تختۂ دار پر لٹکایا اور اب 70 سالہ مطیع الرحمٰن نظامی (امیر جماعت اسلامی) سمیت چودہ افراد کو سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔یہ قوم پرستی، عصبیت اور بغض وعداوت کی زندہ مثال ہے۔عصبیت اور قوم پرستی کا زہر اپنے اجزائے ترکیبی میں ہوتا ہی اتنا مہلک ہے کہ نسلوں کو تباہ کردیتا ہے۔اسی نسل پرستی اور قومیت نے انسانوں پر دو خوفناک جنگوں کو مسلط کیا۔نسلیں تباہ ہوئیں اور انسانیت کی دھجیاں اڑادی گئیں۔آگ اور بارود کی بارش نے لاکھوں انسانی جسموں کو دھنکی ہوئی روئی کی مانند فضا میں بکھیر دیا۔پھر بھی اقتدار ومنصب کے نشہ میں بدمست انسانوں کو ہوش نہیں آیا اور اب بھی کمزور اور غیر نسلی قوموں پر آگ اور خون کی یہ بارش برسا کر اپنی عصبیت، قومیت اور نسل پرستی کی بھوک کو مٹاتے رہتے ہیں۔خصوصاً اسلامی ممالک میں اپنے خود ساختہ تحفظات کی آڑ میں یہ شیطانی کھیل اسلام دشمن قوتیں تسلسل کے ساتھ کھیل رہی ہیں۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے

انسانوں کے مابین کسی مادی اور حسی فرق وتفاوت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس نے نسل اور خاندان کی تفریق کی وجہ تسمیہ واضح طور پر بیان کردی۔ ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تم کو گروہ اور قبائل بنا دیا، تاکہ تم آپس میں پہچانے جاؤ۔ بے شک عزت والا تو درحقیقت وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے''۔(الحجرات:13) یہ شعوب وقبائل کا اختلاف تو محض تعارف اور ایک دوسرے کی شناخت کے لیے ہے، اس لیے نہیں کہ تم اس فرق کو وحدت انسان کی قطع و برید اور ٹوٹ پھوٹ کا ذریعہ بنالو۔ جبکہ عزت وتکریم اور نکبت وادبار کا معاملہ صرف انسان کے اخلاق وکردار، اس کی خداترسی اور زہد وورع کے معیار پر منحصر ہے۔ رنگ ونسل، خاندان، قبیلے اور منصب وامارت انسان کے اصل مقام کی علامت نہیں اور نہ ان میں سے کوئی چیز اللہ کے نزدیک معتبر ہے۔

آج دنیا نیشنل ازم کی خفقان میں مبتلا ہے۔ ہر قوم نے اپنے تئیں یہ سمجھ لیا ہے کو اس دنیا میں ترقی، خوشحالی اور مادی آسائشیں اگر کسی ذریعے سے حاصل ہوسکتی ہیں تو وہ صرف یہی ایک راستہ ہے۔ اور اس سوچ نے انسانوں کے قلب وذہن سے انسانیت، ایثار وقربانی، خلوص اور اعلیٰ کردار وگفتار کی حس ہی ختم کردی ہے۔ عصری علوم اور مادیت پرستی نے اخلاق وانسانیت کے درمیان جو گہری خلیج پیدا کی وہ مغرب کی فکری گمراہی کا نتیجہ ہے، جس میں انسان سے زیادہ مشینوں اور آلات کی اہمیت وافادیت کو مقدم مانا گیا ہے۔ امریکی سیاسی مبصر فرانسس ولیم کوکر (Fransis William Cocker) لکھتا ہے:

''بعض قوم پرست اہل قلم دعویٰ کرتے ہیں کہ آزادانہ زندگی بسر کرنے کا حق دنیا کی صرف ترقی یافتہ قوموں کو ہے، ان قوموں کو جو ایسا اعلیٰ درجہ کا تہذیبی اور روحانی سرمایہ رکھتی ہیں وہ اس کی مستحق ہیں کہ دنیا میں باقی رکھا جائے اور پھیلایا جائے۔ اس کا حق اور فرض یہ بھی ہے کہ اپنے دائرہ اثر کو ان قوموں پر پھیلائے جو نسبتاً پسماندہ ہیں، خواہ اس کے لیے قوت ہی کیوں نہ استعمال کرنی پڑے۔ یہی نظریہ اور یہی استدلال تھا جسے عموماً انیسویں صدی کے آخری دور میں ملک گیری کی تائید کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اسی استدلال کو پیش کرکے افریقہ اور بحر الکاہل کی نیم مہذب قوموں کو یورپ اور امریکا کی سلطنتوں کا تابع فرمان بنایا گیا تھا۔''

اس تناظر میں امت مسلمہ کو کیا حکمت عملی اختیار کرنا ضروری ہے جس کے تحت وہ عالمی سطح پر ان غالب قوموں کی قوم پرستی، عصبیت، تعصب اور ہٹ دھرمی سے اسلام کی نظریاتی بنیادوں کی حفاظت کے ساتھ موجودہ عصبیت جاہلیہ کی گمراہیوں اور فتنہ وفساد سے دامن بچا کر زندگی بسر کرسکیں۔ مغرب کا تصور وحدت زبان، نسل اور جغرافیائی حدود پر مبنی ہے، جبکہ اسلامی تصور ایک مشترکہ مطمح نظر ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ''بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی اور، بحر وبر میں سواری مہیا کی، کھانے کی پاکیزہ چیزیں دیں اور جو کچھ ہم نے تخلیق کیا ہے ان میں سے کثیر مخلوق پر نمایاں فوقیت دی۔'' (بنی اسرائیل:70) اس آیہ مبارکہ میں غور طلب پہلو یہ ہے کہ خالق کائنات نے اس میں کسی خاص قوم، امت یا گروہ کی تخصیص فرما کر مخاطب نہیں کیا بلکہ ''بنی آدم'' کہہ کر ارشاد فرمایا۔ اس طرح دنیا کے تمام انسانوں کو ایک ہی لڑی میں پرو کر گویا انسانی وحدت کی واضح نشان دہی کردی، تو اب اگر تمام انسان ایک ہی باپ (آدم) کی اولاد ہیں، پھر یہ ذات برادری، رنگ ونسل اور اعلیٰ وادنیٰ کی کوئی تفریق کیسے باقی رہ سکتی ہے؟ انسانی وحدت کی ترجمانی کے اعتبار سے یہ آیہ مبارکہ ایک مثالی آیت اور سہل ممتنع کا شاہکار ہے۔

قرآن حکیم کی آیات بینات اس بات کی متقاضی ہیں کہ اپنی ذات یا کسی خاص گروہ کے خول میں بند ہوکر نہیں سوچا جائے بلکہ اجتماعی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی کا ایسا لائحہ عمل ترتیب دیا جائے جس میں انسانی وحدت کا واضح تصور موجود ہو۔ قرآن کریم پوری نوع انسانی کو خطاب کرتا ہے اور وہ روئے ارض کی تمام مخلوق کو خیر وفلاح کی ترغیب دیتا ہے۔ اس کی دعوت میں کسی قوم یا خطے کی تخصیص نہیں ہوتی۔ امت مسلمہ کا یہ فرض اوّلین ہے کہ قرآن کے اس پرحکمت اور امن عالم کی برکات وثمرات لیے پیغام کو عالم گیر سطح پر عام کرے، عالمی افق پر خیرسگالی، رواداری، عفو ودرگزر کا فروغ اور دہشت گردی، تعصب وجنبہ داری کی بیخ کنی اور امن کی آشا کا سب سے بہترین ذریعہ یہ خدائی پیغام ہی ہے۔ قرآن کے اس عالم گیر پیغام کو چہار دانگ عالم میں پھیلانے میں نہ صرف امت مسلمہ کا اپنا مفاد ہے بلکہ دیگر اقوام تک اس کی تعلیمات پہنچانا ایک مسلمان کا اہم فریضہ بھی ہے۔ نبوت ورسالت کا باب بند ہونے کے بعد اب کار رسالت کی ذمہ داری حامل قرآن امت کے کاندھوں پر آپڑی ہے۔ اس بھاری ذمہ داری کو اس کے تمام جزئی اور کلی تقاضوں اور اپنے عقائد وعبادات کے تحفظ کے ساتھ پورا کرنا ہر مسلمان کی ترجیح اول ہونی چاہیے۔ اس اہم کام سے صرف نظر کرکے ہم بحیثیت مسلمان اس فتنہ وفساد کی دنیا میں نہ خود سکون وچین سے رہ سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کو امن اور سچائی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔ اور ہماری یہی کوتاہی اللہ کی گرفت کا باعث بن جائے گی۔ قرآن عالم انسانیت کے لیے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اسی کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ کر ہم اس دنیا کی اونچی اونچی دشوار گذار چٹانوں کو بھی تسخیر کرسکتے ہیں اور مصائب وآلام کی گہری گہری کھائیوں سے بھی نکل سکتے ہیں۔ قرآن سے مضبوط تعلق ہمارے ایمان کو وہ قوت عطا کرتا ہے جس کے ذریعے سے انسان دنیا کے پجاریوں کی ریشہ دوانیوں اور عصبیت وناانصافیوں اور وحشت ودرندگی کے سامنے ایک مضبوط ڈھال بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں (ایسے طور پر) پرے جما کر لڑتے ہیں کہ گویا سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں، بے شک وہ اللہ کے محبوب ہیں۔'' (الصف:4)

وطن سے محبت رکھنا فطری جذبہ ہے۔ مگر وطنیت اس وقت اسلام سے متصادم ہوتی ہے جب وہ ایک سیاسی تصور کی حیثیت سے کام کرتی اور اپنے اصول اور ضابطے بنالیتی ہے اور انسانی اجتماعیت کا واحد اصول ہونے کا پرزور دعویٰ بھی کرتی ہے۔ اس دعوے کے ساتھ یہ بھی تاکید ہوتی ہے کہ اسلام کی حیثیت ثانوی تسلیم کی جائے اور اس کا کردار محض ایک انفرادی رائے تک سمٹ کر رہ جائے اور وہ قومی اور دینوی سطح پر ایک مؤثر عامل کی حیثیت سے حائل نہ ہو۔ بس یہیں سے وحدت انسان کے قرآنی تصور سے ٹکراؤ (conflict) کی شروعات اور وطنیت، قومیت اور حسب ونسب کی تفریق کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ اور احساس انسانیت پس منظر میں چلا جاتا ہے۔

raheelgoher5@gmail.com

☆☆☆

تنظیمی اطلاع

مقامی تنظیم ''راولپنڈی غربی'' میں راجہ جہانزیب کا بطور امیر تقرر

ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی جانب سے مقامی تنظیم ''راولپنڈی غربی'' میں تقرر امیر کے لیے موصولہ اُن کی اپنی تجویز اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 22 جنوری 2014ء میں مشورہ کے بعد جناب راجہ جہانزیب کو مقامی تنظیم کا امیر مقرر فرمایا۔

آئین کو مقدس کیوں کہا جاتا ہے؟

اوریا مقبول جان

موجودہ علم سیاسیات یعنی پولیٹیکل سائنس نے گزشتہ سو سال سے انسانوں کے ذہنوں میں یہ تصور راسخ کر دیا ہے کہ جدید سیکولر جمہوری ریاست آئین کے بغیر چل ہی نہیں سکتی۔ اس طرح کی ایک مقدس کتاب اور ایک مقدس عہد نامے کی تخلیق کے دو مقاصد تھے۔ پہلا یہ کہ صدیوں سے انسان مذہب کی الہامی کتابوں کو مقدس ترین سمجھتا اور انہیں اعلیٰ و ارفع مقام دیتا آیا ہے، اس لیے ایک کتاب کے مقابلے میں جب تک کتاب تخلیق نہ کی جائے اور اسے مقدس ترین قرار نہ دیا جائے، ان الہامی کتابوں کے مقام اور مرتبے کی نفی نہیں ہوتی۔ اس میثاق کی روح یہ ہے کہ اگر آئین یا اس کے بنانے والے مانیں گے تو قرآن یا تورات سپریم لاء قرار پائیں گے لیکن اگر پارلیمانی اکثریت اس کا انکار کر دے تو اس کی حیثیت ثانوی بھی نہیں رہتی۔ دوسرا یہ کہ اسے ایک عہد نامے کا درجہ دیا گیا ہے اور انسانوں کے انسانوں کے ساتھ عہد کو اللہ اور انسانوں کے ساتھ عہد پر مقدم تصور کیا جاتا ہے جبکہ اللہ قرآن پاک میں بندوں کے ساتھ اپنے کیے ہوئے عہد کو سب سے مقدم، اہم اور مقدس بیان فرماتا ہے اور انسان کی اس دنیا میں آمد بھی اسی عہد کی پاسداری کے لیے ہے۔ یہ وہ عہد ہے جو اللہ نے تمام ارواح سے عالم بالا میں لیا تھا۔ اللہ اس میثاق اور اس عہد کو ناقابل تنسیخ سمجھتا ہے اور آخرت میں جزا اور سزا کا انحصار اسی عہد کی پاسداری پر رکھا گیا ہے جبکہ اسمبلی کا بنایا گیا آئین اللہ کے ساتھ کیے گئے اس عہد کی توثیق یا تنسیخ کا اختیار رکھتا ہے۔ اسی لیے موجودہ علم سیاسیات نے آسمانی کتابوں کے مقابلے میں ہر ملک کے لیے ''آئین'' کی شکل میں ایک مقدس کتاب ترتیب دینا لازمی قرار دیا۔ اسی لیے موجودہ تعلیم کے پروردہ اس وقت ایک حیرت میں گم ہو جاتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ دنیا میں کچھ ممالک آئین کی ایک تحریر شدہ ''مقدس کتاب'' کے بغیر بھی چل سکتے ہیں، چلتے ہیں اور چل رہے ہیں۔ وہ اس اٹل حقیقت پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں کہ ان کو محبوب ترین ملک اسرائیل ابھی تک ایک تحریری آئین سے محروم ہے۔ صہیونیت کے عالمی ایجنڈے اور مغرب کی مشترکہ سازشوں سے بننے والے اس ملک نے آج تک دنیا کے تمام آئین پرست لوگوں کو حیرت میں ڈال رکھا ہے۔ اس موضوع پر آخری تقریر 7 مئی 2012ء کو اسرائیلی پارلیمنٹ کینسٹ (Kenesset) میں ان کے وزیر انصاف یعقوب نیمان (Yaacov Nemen) نے کی اور کہا کہ اسرائیل کو ایک تحریری آئین کی شدید ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ اسرائیل کی حکومت میں بل اور قانون کے درمیان فرق کرنا مشکل ہے اور اسرائیل میں سرکاری قانون سازی کا بھی کوئی طریق کار موجود نہیں۔ 25 جنوری 1949ء کو اسرائیل کی پہلی آئین ساز اسمبلی منتخب ہوئی۔ اس سے قبل جب 14 مئی 1948ء کو برطانوی افواج کا آخری دستہ حیفہ کے رستے روانہ ہوا تو اسی دن تل ابیب میں منعقدہ ایک تقریب میں بن گوریان نے اسرائیل کا اعلان آزادی پڑھ کر سنایا۔ اس کے ساتھ یہودی نیشنل کونسل، جو 1920ء میں یورپ میں ربائی ابراہیم اسحٰق کی سربراہی میں قائم ہوئی تھی، کا اجلاس ہوا اور اس میں اسرائیل کے قیام کا سات نکاتی اعلان آزادی منظور کیا گیا۔ یہ اعلان پوری دنیا میں بسنے والے یہودیوں کو ایک قوم یا ملت سمجھتا ہے اور ان کی مقدس سرزمین میں واپسی کے حق کو تسلیم کرتا ہے۔ یہودی قوم کو تمام عالمی طاقتوں سے سیاسی اور معاشی آزادی اور خود مختاری کا اعلان کرتا ہے۔ اس اعلان میں جمہوریت نام کی چڑیا کا کوئی ذکر نہیں بلکہ کہا گیا ہے کہ ہم اُس آزادی، انصاف اور امن کے خواہاں ہیں جس کا طریقہ ہمارے پیغمبروں نے ہمیں سکھایا۔

اس اعلان آزادی کے بعد اسرائیلی پارلیمنٹ میں دو فقرے بار بار گونجے۔ ایک توراتی جمہوریت (Torah Democracy) اور دوسرا ''ہمارا آئین تورات ہے۔'' اسی لیے جب پہلی آئین ساز اسمبلی میں آئین بنانے کے لیے بحث کا آغاز ہوا تو ایک متفقہ شور اٹھا کہ ہم کوئی ایسی کتاب دستور یا آئین نہیں بنا سکتے جو حیثیت میں بلکہ تھوڑی سی بھی حیثیت میں ہماری مقدس کتابوں تالمود (Talmud) تناخ (Tanakh) اور شلخان آرخ (Shulkan Arakh) سے بالا تر تصور کی جائے۔ ہماری مقدس کتابیں بالاتر ہیں، اس لیے ہم کوئی ایسی کتاب جسے آئین کہتے ہیں، تحریر نہیں کریں گے اور آج 66 سال گزرنے کے باوجود اسرائیل نے ایک آئین بھی مرتب نہیں کیا۔ البتہ اپنے اداروں کو چلانے کے لئے قوانین ضرور بنائے، جنہیں وہ basic laws کہتے ہیں اور میرے وہ دوست جن کی عقل موجودہ سیکولر جمہوریت کی حدود سے باہر نہیں دیکھ پاتی، ان قوانین کو آئین کا متبادل ہی نہیں بلکہ آئین کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ تابع قانون سازی (Subordinate legislation) ہے جبکہ ان تمام قوانین کی منظوری کے طریق کار کا عالم یہ ہے کہ اسرائیل کی اسمبلی میں قانون پاس کرنے کے لیے کورم کی کوئی شرط نہیں ہے۔ حد یہ ہے کہ ان کا سب سے اہم قانون Human dignity and freedom (انسانی وقار اور آزادی) 1992ء میں اسمبلی میں موجود ایک مختصری اقلیت نے پاس کیا۔ دنیا بھر کی جمہوریت پسند اور سیکولر جمہوری ریاستوں کو دھوکا دینے کے لیے مئی 2003ء میں اسرائیلی پارلیمنٹ کی قانون اور انصاف کمیٹی نے جس کی صدارت مائیکل ایتان (Micheitan Eitan) کر رہا تھا، ایک پروجیکٹ کا آغاز کیا جو آئین بنائے گا اور یہ آئین اسمبلی کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ گیارہ سال گزرنے کے بعد اس کمیٹی کا مرتب کردہ کوئی مسودہ اسرائیل کی پارلیمنٹ میں پیش نہیں ہو سکا۔ وہ بنیادی قوانین جنہیں یہ لوگ آئین تصور کر بیٹھے ہیں، اساسی نوعیت کے نہیں بلکہ کارروائی یعنی procedure کے قوانین ہیں۔ پہلا بنیادی قانون آزادی کے دس سال بعد 1958ء میں مرتب کیے گئے اسمبلی کے رولز ہیں۔ دوسرا 1960ء میں اسرائیلی قوانین اور زمین کے بارے میں تیسرا 1964ء میں صدر کے عہدے کے متعلق، چوتھا 1968ء میں حکومت، پانچواں 1975ء میں معیشت چھٹا 1979ء میں فوج کے متعلق اور ساتواں 1980ء میں یہ بنیادی قانون پاس ہوا کہ یروشلم اسرائیل کا دارالحکومت ہوگا۔ ان تمام قوانین کا تعلق روزمرہ کے معمولات سے ہے۔ ایسے قوانین عموماً اسمبلیاں منظور کرتی رہتی ہیں جنہیں آئین کا نعم البدل نہیں کہا جا سکتا۔ ان کی پارلیمنٹ میں کوئی عالمی معاہدہ

پیش نہیں ہوتا، کہیں ریفرنڈم یا دوتہائی اکثریت کا کوئی تصور نہیں، اس لیے کہ اسرائیل نے اپنے قیام سے لے کر آج تک یہ سوچا تک نہیں کہ ان کی مقدس کتابوں میں دیے گئے اصول کسی اسمبلی میں زیر بحث لائے جاسکتے ہیں۔

یہاں اسرائیل کی مثال اس لیے پیش کی ہے کہ یہ ریاست پوری مغربی دنیا نے ایک مذہب، ایک یہودی ملت اور ایک قوم کے طور پر زبردستی دنیا میں پھیلے ہوئے یہودیوں کو ایک خطہ زمین دے کر بنائی جبکہ پاکستان کا تو معاملہ اس سے بالاتر ہے۔ ہمارے آباءواجداد نے اپنے پنجابی، سندھی، پشتون اور بلوچ ہونے سے انکار کیا اور مسلمان ہونے کی بنیاد پر اپنے نسلی بھائیوں سے علیحدگی کا اعلان کر کے مذہب کے نام پر ملک یا ریاست تخلیق کی۔ مثالیں بہت ہیں کہ برطانیہ اور آئرلینڈ کی روایات بہت مستحکم ہیں اور انہیں کسی تحریری آئین کی ضرورت نہیں ہے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ برطانیہ اپنی روایات کا احترام اس قدر کرتا ہے کہ وہ اس سے بالاتر کسی آئین کی مقدس کتاب تحریر کرنے کا تصور نہیں کرتا، اسرائیل یہودیت کی کتب کو اساسی قانون کے طور پر لیتا ہے، لیکن یہ لوگ اسلام کو صرف ایک سو سال سے عالمی دستوری پابندی کے پیمانے میں کھینچ کر لانا چاہتے ہیں۔

آئین کو کس قدر محنت سے مقدس بنایا جاتا ہے؟ غور کریں، دنیا کے تمام آئینوں کی تشریحات پر ہزاروں کتابیں ایسے لکھی گئی ہیں جیسے قرآن کی تفاسیر ہوتی ہیں۔ آئین کی شقوں کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ ایک سائنس بنائی گئی جسے آئینی قانون (constitutional law) کہتے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے ہمارے ہاں فقہ ہوتی ہے۔ آئین کی تعلیم کو دنیا بھر میں عام کیا گیا اور عالمی سطح کے آئینی ماہرین کی ایک فوج ظفر موج تیار کی گئی۔ دنیا کا کون سا آئین ہے جس کی ایک سے زیادہ تشریحات اور تفسیریں نہ ہوں، ان پر اختلاف نہ ہو، لیکن سب کے سب نافذ ہیں۔ کوئی سوال نہیں کرتا کہ کون سی تشریح نافذ کریں، لیکن جیسے ہی قرآن وسنت کی بات آتی ہے تو کوئی ان کے آئینی ماہرین کا تذکرہ نہیں کرتا جنہیں مفسرین کہتے ہیں، نہ اس کو سمجھنے کی سائنس کی بات ہوتی ہے جسے فقہ کہتے ہیں اور نہ ہی اس کو اساسی آئین بنا لینے کی بات کی جاتی ہے۔ ہمیشہ اختلاف امت کا بہانہ گھڑا جاتا ہے اور اس مملکت خداداد پاکستان میں یہ سب کہا جاتا ہے جس کے تمام فرقوں شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث ودیگر نے مل کر 22 نکات ارباب اقتدار کے سامنے پیش کیے تھے کہ ان کو نافذ کر دو، ہمیں کوئی اختلاف نہیں۔ کیا آج تک ان 22 نکات کے مطابق عمل درآمد ہوا؟ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم غیر مہذب، فرسودہ اور دقیانوس کیسے کہلا سکتے ہیں۔ ہمیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق زندہ رہنا ہے اور کسی قوم کے زندہ رہنے کے لیے امن، انصاف، عزت و وقار، رزق، خوشحالی، مساوات اور بنیادی سہولیات نہیں بلکہ ''مقدس ترین'' کتاب آئین ضروری ہے۔ ایک ایسی دستاویز جسے کارپوریٹ سرمائے، قبائلی تعصب، علاقائی غنڈہ گردی اور حکومتی سرپرستی میں منتخب ہونے والے اراکین اسمبلی جب اور جس وقت چاہیں بدل دیں یا کوئی آمر اُسے معطل کر دے۔ یہ ہے اس مقدس کتاب کی اساس۔

(بشکریہ روزنامہ ''دنیا'' 12 فروری 2014ء)

لمحۂ فکریہ

اخلاق باختگی اور بے حیائی کا راستہ روکیے

حافظ محمد زاہد

ویلنٹائنز ڈے کے بارے میں زیر نظر تحریر ندائے خلافت کے گزشتہ شمارہ میں شائع کی جانی تھی، مگر چونکہ وہ شمارہ تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مناسبت سے اشاعت خصوصی کے طور پر پیش کیا گیا، جس میں صرف تنظیم اسلامی کے تعارف وجدوجہد وغیرہ پر مضامین شائع کیے گئے۔ لہٰذا یہ تحریر جگہ نہ پاسکی۔ مضمون کی خصوصی اہمیت کے پیش نظر اسے زیر نظر شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

کسی بھی قوم کی جداگانہ حیثیت اور امتیازی شان اس کے عقائد و نظریات اور تہذیب و تمدن میں پوشیدہ ہے۔ جب کوئی قوم ان میں سے کسی ایک سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے تو اس کی امتیازی شان ختم ہو جاتی ہے۔ آج مسلمان اسی المیہ سے دوچار ہیں۔ اسی لیے تو اقبال نے یہ شکوہ کیا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

یہود و ہنود اور نصاریٰ ابتدا ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بنتے آئے ہیں۔ تو انہوں نے کبھی علی الاعلان اور کبھی آستین کے سانپ بن کر مسلمانوں کو نقصان پہنچایا۔ دوسری طرف آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کی نظریں غیر مسلموں کی تہذیب و تمدن کی جانب بڑے مرغوبانہ انداز میں اٹھتی ہیں، جس کا اجتماعی مظاہرہ غیر مسلموں کے تہواروں مثلاً بسنت، نیو ایئر نائٹ اور اپریل فول وغیرہ کے مواقع پر نظر آتا ہے۔

انہی تہواروں میں ایک تہوار ''ویلنٹائنز ڈے'' ہے جسے یوم محبت کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے...... یہ تہوار چودہ فروری کو منایا جاتا ہے جس میں نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں' لال رنگ کے گلاب کے پھول' محبت بھرے کارڈ اور چاکلیٹ ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ ویلنٹائنز ڈے کا یہ تہوار اپنی ہزارہا برائیوں کے باوجود اسلامی ممالک بالخصوص پاکستان میں تیزی سے فروغ پا رہا ہے اور اس کے فروغ میں زیادہ کردار ان این جی اوز کا ہے جو فلاحی کاموں کی آڑ میں نوجوان نسل میں مغربی تہواروں کو فروغ دے کر انہیں مغربی طرزِ زندگی کا دلدادہ بنا رہی ہیں۔ ٹی وی ڈراموں، میوزک شوز، کیبل' ڈش، انٹرنیٹ چیٹنگ اور موبائل فونز کی بدولت بھی ویلنٹائنز ڈے جیسی خرافات کو پاکستان میں فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ شروع شروع میں اس کی سخت مخالفت ہوئی لیکن اب اس نے بڑے شہروں سے نکل کر قصبوں اور دیہاتوں تک کے لڑکے لڑکیوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ چنانچہ یہ حیا باختہ تہوار پاکستان میں بڑے پیمانے پر منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مختلف تقاریب کا اہتمام ہوتا ہے' کالج اور یونیورسٹیوں میں ناچ گانے کی مخلوط محافل منعقد ہوتی ہیں۔ ان محافل میں شریک نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سرخ رنگ میں ملبوس ہوتے ہیں' ایک ہاتھ میں سرخ رنگ کا گلاب (جو محبت کی علامت سمجھا جاتا ہے) اور دوسرے ہاتھ میں چاکلیٹ ہوتی ہے۔ اس دن وہ اپنے ''پارٹنر'' کو پھول اور چاکلیٹ بطور تحفہ دیتے ہیں۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ اس طرح کی محفلیں اب

سکول کی سطح پر بھی منعقد ہونے لگی ہیں۔ پارکوں اور مختلف جگہوں پر بھی اس حوالے سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کا رش لگا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ تقریباً پاکستان کے اکثر ٹی وی چینلز پر اس دن کی مناسبت سے ڈرامے، پروگرام اور مارننگ شوز پیش کیے جاتے ہیں۔ اس دن ٹریفک اشاروں اور مختلف جگہوں پر سرخ گلاب بیچنے والے اُمڈ آتے ہیں۔ اور نوجوان لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے کو تحفہ دینے کے لیے مہنگے داموں یہ پھول خریدتے ہیں۔ یہ سب ویلنٹائنز ڈے کے موقع پر ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کا منظر ہے۔ کیا اسلامی مملکت اسلام سے متصادم ایسی خرافات کی اجازت دے سکتی ہے؟

ویلنٹائنز ڈے کی ابتدا اور پس منظر کے بارے میں تین اقوال ملتے ہیں:

(1) ویلنٹائنز ڈے رومی بت پرستوں کے تہواروں میں سے ایک تہوار ہے۔ رومیوں کے ہاں بت پرستی سترہ صدیوں سے زیادہ مدت سے رائج تھی اور یہ تہوار رومی بت پرستی کے مفہوم میں حب الٰہی سے عبارت ہے۔ ویلنٹائن کا اس تہوار سے تعلق یہ ہے کہ وہ ایک پادری تھا جسے اُس وقت کے رومی بادشاہ نے قتل کر دیا تھا۔ جب رومیوں نے عیسائیت قبول کر لی تو انہوں نے اس تہوار کو محبت الٰہی کے بجائے ''محبت کے شہداء'' کے مفہوم میں جاری رکھا اور اسے ویلنٹائن کے نام سے موسوم کیا جو ان کے نزدیک محبت کی وجہ سے ہی قتل کیا گیا تھا۔ اسی لیے اس دن کو ''ویلنٹائنز ڈے'' کہا جاتا ہے۔

(2) جب رومی بت پرستوں نے نصرانیت قبول کر لی تو تیسری صدی میں روم کے بادشاہ ''کلاوڈیس دوم'' نے اپنی فوج کے لوگوں کی شادی پر پابندی لگا دی، کیونکہ وہ بیویوں کی وجہ سے اس کے ساتھ جنگوں میں نہیں جاتے تھے۔ سینٹ ویلنٹائن اس فیصلہ کی مخالفت کرتے ہوئے چوری چھپے فوجیوں کی شادی کروانے لگا۔ جب کلاوڈیس کو اس کا علم ہوا تو اس نے ویلنٹائن کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔ وہاں ویلنٹائن کو جیلر کی بیٹی سے محبت ہو گئی اور یہ سب کچھ خفیہ ہوا کیونکہ پادریوں اور راہبوں پر عیسائی قانون کے مطابق شادی کرنا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔ بادشاہ نے ویلنٹائن کو عیسائیت ترک کر کے رومی (بت پرستی) دین قبول کرنے کو کہا، لیکن ویلنٹائن نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا اور عیسائیت کو ترجیح دی۔ چنانچہ 14 فروری 270ء کو اُسے پھانسی دے دی گئی۔ اس واقعہ کی یاد میں یہ تہوار منایا جاتا ہے۔

(3) عیسائی پادری ویلنٹائن کو رومانی بادشاہ کلاوڈیس ثانی نے کسی نافرمانی کی بنا پر جیل بھیج دیا، جہاں اُسے جیل کے چوکیدار کی لڑکی سے محبت ہو گئی۔ وہ سرخ گلاب لے کر اس سے ملنے آیا کرتی تھی۔ جب بادشاہ کو اس کا علم ہوا تو اس نے ویلنٹائن کو پھانسی دینے کا حکم صادر کیا۔ ویلنٹائن نے اس موقع پر اپنی معشوقہ کو ایک کارڈ لکھا جس میں اظہار محبت کیا گیا۔ پھر اُسے 14 فروری 270ء کو پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد یورپ میں ہر سال اس دن نوجوان لڑکے لڑکیوں کا ایک دوسرے کو کارڈ اور پھول بھیجنے کا رواج چل پڑا۔

مسلمانوں کے لیے اس تہوار کو منانے میں کئی برائیاں ہیں جن میں سرفہرست غیر مسلموں کی مشابہت ہے، جس سے نبی اکرم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے ہمیں سیدھا راستہ دکھا دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ان راستوں کی نشاندہی بھی کر دی جو ضلالت و گمراہی کا باعث ہیں۔ ان میں ایک راستہ کفار کی مشابہت بھی ہے جس سے دین اسلام نے نہایت سختی سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ اس تہوار میں یقینی طور پر کفار کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی گویا وہ انہی میں سے ہے۔'' (سنن ابی داوٗد)

دوسری برائی جو اس تہوار میں پائی جاتی ہے وہ ''بے حیائی'' ہے۔ اس لیے کہ اس تہوار میں نوجوان غیر محرم لڑکے لڑکیاں ملتے ہیں، ایک دوسرے کو تحفہ دیتے ہیں، اظہار محبت کرتے ہیں اور بالآخر یہ سب چیزیں جنسی تعلقات کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا اسلام ان میں سے کسی ایک چیز کی بھی اجازت دیتا ہے؟ اسلام تو غیر محرم کو دیکھنے کی بھی ممانعت کرتا ہے جبکہ اس تہوار میں تو بات ملنے ملانے اور سا اظہار محبت سے بڑھ کر ناجائز تعلقات تک پہنچ جاتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ''حیاء'' کو ایمان کا ایک جزو اور اخلاق قرار دیا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا: ''بے شک ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)۔ جبکہ بے حیا شخص کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس میں حیا نہ رہے وہ جو چاہے کرے (یعنی اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا)۔'' ان کے علاوہ اس تہوار میں اور بھی کئی برائیاں ہیں۔ اسلام کے نقطہ نظر سے یہ تہوار بے شمار گناہوں اور معاشرتی برائیوں کا مجموعہ ہے۔

ہم میں سے ہر مسلمان کو یہ سوچنا چاہیے کہ آیا یہ تہوار اس لائق ہے کہ اسے مسلمان معاشروں میں فروغ دیا جائے؟ یقیناً سچے اہل ایمان کا جواب نفی کی صورت میں ہوگا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہودیوں اور ہندوؤں نے تو اپنے ممالک میں اس تہوار کو فروغ دینے والوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا ہوا ہے، کیونکہ خود ان کے مطابق یہ تہوار نوجوانوں میں جنسی آوارگی پیدا کر رہا ہے۔ چند سال پہلے بھارت جیسے سیکولر ملک میں ممبئی اور دیگر شہروں میں ویلنٹائنز ڈے کے مخالف باشعور لوگوں نے ''انڈین کلچر بچاؤ'' کے نعروں کے ساتھ کارڈز بیچنے والی دکانوں پر چھاپے مار کر ویلنٹائنز ڈے کے کارڈز کو آگ لگا دی۔ دوسری طرف ہمارے ہاں ویلنٹائنز ڈے کا تہوار تیزی سے فروغ پا رہا بلکہ پاکستانی کلچر کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ اگر آج ہم نے اس کے خلاف کچھ نہ کیا تو آنے والی نسلیں ان تہواروں کو ''اپنا تہوار'' سمجھ کر منائیں گی جو اسلام کے نام پر بننے والے ملک اور اس کے نظریے کے لیے ''زہر قاتل'' سے کم نہیں ہوگا۔

قارئین! اس حوالے سے ضرور سوچیے۔ ویلنٹائنز ڈے جیسے منکر سے خود بھی انکار کیجیے اور اپنے گھر والوں، دوستوں اور جاننے والوں کو بھی اس سے روکیے۔ یہ ہمارا دینی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان خرافات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

بقیہ: کارِ تریاقی

تسلی سے مرجائیے، باقی کام ہمارا ہے! بھارت سے اور ٹرینیں اڑانے والے پاکستان مخالف علیحدگی پسند بلوچوں کے لیے ہر رنگ کا ڈائیلاگ حاضر ہے۔ اسلام اور پاکستان کے نام لیوا طالبان کے لیے بمباری، توپخانے، گولیوں کی زبان ہے۔ جو پیچ و تاب کھاتے سیکولر طبقے، میڈیا، سیاستدانوں کے مونہوں سے پھوٹی پڑتی ہے۔

ادھر یکجہتی کشمیر پر اب صرف سال کی ایک چھٹی، قرارداد اور کچھ ریلیاں ہی باقی رہ گئی ہیں۔ لبِ خنداں سے نکل جاتی ہے اک آہ بھی ساتھ! ملک بیچ دیا، نظریہ بیچ دیا، کشمیر بھول گئے۔ عوام گروی رکھ دیے۔۔۔! مقبوضہ کشمیر میں گمنام قبروں کی تحقیقات کا مطالبہ کرتے ہوئے خضدار، سوات، فاٹا کی گمنام قبریں بھی یاد کر لیجیے گا! ٹیلی ویژنی بحث کاروں سے دست بستہ درخواست ہے کہ اسلام اور قرآن کی تشریحات کو معاف فرمائیے۔ جس کا کام اسی کو ساجھے! ﴿وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ (الانعام: 111) کا منظر دکھائی دیتا ہے۔ سب سے زیادہ ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾ (البقرہ: 256) کے لاعلم شارحین بربادی پھیلاتے ہیں۔ یہ آیت علماء سے بیٹھ کر پڑھ لیجیے، اپنے اور دوسروں کے لیے خطرۂ ایمان بننے سے پہلے! اسی طرح پاپائیت اور تھیوکریسی کو شریعت سے موازنے کے لیے مقابل کھڑا کرنا بھی جہل سے خالی نہیں۔ مہربانی فرمائیے!

یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیمِ مساوات!

امیر حلقہ جنوبی پنجاب کا دورۂ خانیوال

امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی 19 جنوری 2014ء کو خانیوال تشریف لے گئے۔ بعد نماز مغرب جامع مسجد عائشہ صدیقہ پیپلز کالونی Z بلاک میں سیرت مطہرہ کے حوالے سے اُن کا خطاب عام ہوا۔ انہوں نے ”نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں“ کے حوالے سے مفصل گفتگو فرمائی۔ ماہ ربیع الاوّل نبی اکرم ﷺ کی ولادت ووصال کا مہینہ ہے۔ اس ماہ میں آپؐ کے امتی مدحت رسول اور آپؐ سے اظہار محبت وعقیدت کا خصوصی اہتمام کرتے ہیں۔ امیر حلقہ نے قرآن مجید کی سورۃ الاعراف کی آیت 157 کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی چار بنیادیں بیان کیں۔ یعنی (1) حضور ﷺ پر ایمان لایا جائے۔ (2) آپ کی توقیر وتعظیم کی جائے۔ (3) آپ کے عظیم الشان مشن میں آپؐ کی نصرت کی جائے۔ (4) حضور ﷺ کے لائے ہوئے نور قرآن کی اتباع کی جائے۔ حضور ﷺ پر دل وجان سے ایمان کے دو تقاضے ہیں: آپؐ کی اطاعت اور آپؐ سے بے پناہ محبت۔ حضور ﷺ کی عزت اور توقیر وتعظیم ایمان کا حصہ ہے۔ آپؐ تمام انسانیت کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ قرآن حکیم میں یہاں تک فرمایا گیا کہ اپنی آواز کو رسول اللہ ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، ورنہ تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ کے مشن رسالت میں آپؐ کی نصرت کا تقاضا ہے کہ دنیا والوں کو شرک کے اندھروں سے نکال کر توحید کے اجالوں میں لایا جائے۔ دنیا پرستی سے نکالنے اور آخرت کا طلب گار بنانے اور صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی سعی کی جائے۔ دین حق کو غالب کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس راہ میں تن من دھن کی قربانی دی جائے۔ حضور ﷺ کا مقصد بعثت ہی یہ تھا کہ ادیان باطلہ کو جڑ سے اکھاڑ کر دین حق کو قائم کریں۔ حضور ﷺ سے تعلق کی چوتھی اور آخری بنیاد اتباع نور ہے۔ یعنی آپؐ پر نازل ہونے والے نور ہدایت کی کامل پیروی کی جائے، اس کی تبلیغ کی جائے، اس کے ذریعے انذار وبشیر کی جائے، شمشیر قرآنی سے باطل افکار کا قلع قمع کیا جائے اور امت کو قرآن سے جوڑا جائے۔

(مرتب: شوکت حسین انصاری)

تنظیم اسلامی گجرات کے زیر اہتمام سیرت النبیؐ کانفرنس

تنظیم اسلامی گجرات کے زیر اہتمام سیرت کانفرنس بعنوان ”نبی رحمتؐ کی رحمۃ للعالمینی اور ہمارا مستقبل“ 20 جنوری کو بعد نماز عشاء شہر کے وسط میں واقع ”جنت میرج ہال“ میں ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کی سعادت رفیق تنظیم محمد بلال ثاقب نے حاصل کی۔ اس کے بعد راقم الحروف نے کلام اقبال ”خودی کا سرِّ نہاں“ پیش کیا۔ سیرت کانفرنس میں خصوصی خطاب کے لئے تنظیم اسلامی کے نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی صاحب کو مدعو کیا گیا تھا۔ موصوف نے اپنے مفصل خطاب میں نبی رحمت ﷺ سے قبل معلوم دنیا میں بالعموم اور عرب معاشرہ میں بالخصوص انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں موجود خرابیوں کو واضح کیا اور بتایا کہ نبی رحمتؐ نے اہل عرب کی انفرادی واجتماعی زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ انہوں نے واضح کیا کہ آپؐ نے خالص انسانی سطح پر جدوجہد کرتے ہوئے سرزمین عرب کو گمراہی اور تباہی سے نکال کر اُخروی نجات کے راستے پر ڈالا۔ یہ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا بہت بڑا مظہر ہے۔ پھر آپؐ نے اس رحمت کو زمان ومکاں کی وسعتوں میں پھیلانے کی ذمہ داری امت کو سونپی، تاکہ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی پورے عالم انسانیت میں ظہور پذیر ہو سکے، اور زمان ومکاں کا کوئی حصہ اس رحمت سے محروم نہ رہے۔ خالد محمود عباسی نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اب اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے حقیقی جاں نثار ہمارے اسی خطے سے میسر آئیں گے، لہٰذا ہمیں اس اہم ترین فریضہ کے لئے اپنا تن من دھن لگانے کے لئے ہمہ وقت تیار رہنا چاہیے۔ مہمان مقرر کے خطاب کے بعد خادم حسین کی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔ قبل ازیں جناب خالد محمود عباسی نے شرکاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔ سیرت کانفرنس میں تقریباً 450 مرد اور 150 خواتین شریک ہوئیں۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو کھانا کھلایا گیا اور کتابچوں کا سیٹ بطور تحفہ دیا گیا۔ سیرت کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے رفقائے تنظیم نے بھرپور جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: نادر عزیز)

طبیہ کالج بہاولپور میں خطاب عام

تنظیم اسلامی بہاولپور کے اسرہ ”اجتماع گاہ“ کی تجویز وتحریک پر 21 جنوری 2014ء صبح دس بجے طبیہ کالج بہاولپور میں جلسہ سیرت النبی ﷺ ہوا، جس میں امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے خصوصی خطاب فرمایا۔ قبل ازیں پونے دس بجے امیر حلقہ ملتان سے طبیہ کالج پہنچے، جہاں اُن کی کالج کے پرنسپل محمد عاقل رضوی، دوسرے اساتذہ کرام اور رفقاء تنظیم سے ملاقات ہوئی۔ سوا دس بجے جلسہ سیرتؐ کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب ذوالفقار علی نے سرانجام دیئے۔ امیر حلقہ نے ”نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں“ کے موضوع پر پُرمغز خطاب کیا۔ پروگرام میں طبیہ کالج کے طلبہ، اساتذہ کرام اور رفقاء تنظیم اسلامی نے پروگرام میں شرکت کی، جن کی تعداد 150 کے قریب تھی۔ امیر حلقہ کے خطاب کے بعد کالج کے پرنسپل صاحب نے مختصر خطاب فرمایا۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء کو کھانا پیش کیا گیا اور اُن میں ”قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں“ نامی کتابچہ تقسیم کیا گیا۔ ساڑھے بارہ بجے امیر حلقہ ملتان روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری ان کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

حلقہ کراچی جنوبی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع

حلقہ کراچی جنوبی کا سہ ماہی تربیتی اجتماع ”فحاشی کا فروغ ایک شیطانی عمل“ کے عنوان سے 26 جنوری 2014ء کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں منعقد ہوا۔ اجتماع کا دورانیہ صبح آٹھ سے دوپہر پونے ایک بجے تک تھا۔ اجتماع کا آغاز تذکیر بالقرآن سے ہوا، جس کی سعادت شاہ فیصل/ملیر تنظیم کے رفیق سید راشد حسین شاہ نے حاصل کی۔ انہوں نے آیات قرآنی کی روشنی میں ”فحاشی کی مذمت“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں جا بجا فحاشی کی پرزور مذمت کی ہے اور اسے شیطان کے گھناؤنے ہتھکنڈوں میں شمار کیا ہے۔ بعد ازاں بنوری ٹاؤن تنظیم کے امیر فیصل منظور نے منتخب احادیث کے حوالوں سے حیا کے جامع تصور پر مخصوص دھیمے مگر پُراثر انداز میں گفتگو کی۔ اس مرتبہ بھی سہ ماہی تربیتی اجتماع میں ’مکالمہ‘ کا اہتمام کیا گیا، جس کے شرکاء امیر حلقہ انجینئر نعمان اختر اور ناظم دعوت حافظ عمیر انور تھے، جبکہ میزبانی کی ذمہ داری عاطف اسلم نے ادا کی۔ ملٹی میڈیا اسکرین کے ذریعے حاضرین محفل کو سوالات دکھائے گئے۔ جناب عاطف اسلم نے شرکاء سے فحاشی کی تعریف، ستر وحجاب کا فرق، محرم اور نامحرم سے متعلق متعدد سوالات کیے، جن کے شرکاء نے تسلی بخش جوابات دیئے۔ دوران مکالمہ رفقاء سے بھی سوالات کیے جاتے رہے اور اس طرح سوال وجواب کی صورت میں حاضرین محفل کے لئے ایک مفید اور بھرپور نشست کا اہتمام ہوا۔ اس پروگرام کے بعد باہمی ملاقات اور چائے کے لیے وقفہ کیا گیا۔ وقفہ کے بعد حلقہ کے ناظم دعوت حافظ عمیر انور نے بذریعہ ملٹی میڈیا ”فحاشی کی تشہیر کے شیطانی ذرائع“ کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ مغربی نظام تعلیم اور میڈیا فحاشی کے فروغ میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ موجودہ مغربی نظام تعلیم کا مقصد سیکولر سوچ کی حامل بے خدا مغربی تہذیب کی نمائندہ نسل تیار کرنا ہے۔ میڈیا اور انٹرنیٹ کی حیثیت اصلاً تو ایک آلہ کی ہے لیکن اس میں بھی

شر کا پہلو غالب ہے، جس کی بنا پر یہ بھی قریب قریب ایک آلۂ شر کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اپنے گھروں سے TV اور cable وغیرہ کو دور کر دیا جائے۔ مزید یہ کہ رفقاء کو تنظیمی پالیسی سے واقف رہنا چاہیے اور میڈیا اور انٹرنیٹ کے حوالے سے مرکز سے جاری کردہ سرکلرز کا مطالعہ کرتے رہنا چاہیے۔ بعدازاں سالانہ اجتماع کی مناسبت سے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ایک Video Clip دکھایا گیا اور یوں شرکاء کو بانی محترمؒ کے خطاب سے بھی فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔ حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم مکتبہ جناب عبدالرزاق کوڈوادی نے ”سالانہ اجتماع میں شرکت کے لیے ترغیب وتشویق“ کے حوالے سے پُر اثر بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی تحریک کے رفقاء کے لیے سالانہ اجتماع کسی عید سے کم نہیں ہوتا۔ مزید براں انہوں نے اجتماع کی افادیت اور اس کے روحانی پہلو احادیث مبارکہ کی روشنی میں واضح کیے اور کہا کہ اس اجتماع میں پُر جوش اور بھرپور طریقہ سے شرکت کر کے اللہ کی رضا اور امیر تنظیم حافظ عاکف سعید صاحب کی تقویت کا ذریعہ بننے کی کوشش کریں۔ ملکی وبین الاقوامی حالات کے تناظر میں ممکنہ طور پر آئندہ پیش آنے والے حالات وواقعات سے آگہی کے لیے امیر حلقہ کے خصوصی مشیر برائے حالات حاضرہ جناب ثاقب رفیع شیخ نے حالات حاضرہ پر گفتگو کی اور رفقاء کو ترغیب دلائی کہ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تنظیمی نقطہ نظر سے آگاہ رہنے کے لیے تنظیمی جرائد کا مطالعہ اپنے اوپر لازم کرلیں۔ بعدازاں امیر حلقہ نے اجتماع میں موجود رفقاء کا عموماً اور مدرسین کا خاص طور پر شکریہ ادا کیا، جنہوں نے انتہائی محنت کے ساتھ اپنی ذمہ داری ادا کرنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی انہوں نے سالانہ اجتماع کے لیے ترغیب وتشویق دلاتے ہوئے کہا کہ اس اجتماع میں رفقاء کی شرکت خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے اور تمام رفقاء کو ہدایت کی کہ اجتماع میں نظم وضبط کا خاص خیال رکھیں۔ انہوں نے انسدادِ فحاشی دستخطی مہم میں رفقاء کی محنتوں کو سراہا اور اللہ سے دنیا وآخرت میں بہترین اجر کے لیے دعا کی۔ بحیثیت مجموعی یہ پروگرام بہت مفید رہا۔ اس اجتماع میں تقریباً 260 رفقاء نے شرکت کی۔ امیر حلقہ کی دعا پر یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور خدمت دین کے لیے مزید ہمت وحوصلہ عطا فرمائے۔ آمین (رپورٹ: محمد سہیل)

تنظیم اسلامی کا پیغام

نظام خلافت کا قیام

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ

مکی حج وعمرہ کمپنی

آپ کے ذوق کے مطابق

حج وعمرہ...... سستے پیکجز

دستیاب ہیں

اکانومی اور اکانومی پلس کے علاوہ

تھری سٹار، فور سٹار، فائیو سٹار ہوٹل پیکجز اور مکمل رہنمائی کے ساتھ گروپ روانگی کے لئے بھی رجوع کیا جاسکتا ہے

رفقائے تنظیم اسلامی کے لئے خصوصی رعایت

محدود نشستوں پر

حج 2014ء کے لئے ایڈوانس بکنگ بھی جاری ہے

چیف ایگزیکٹو: نثار احمد شفیق۔ ڈائریکٹر: محمد رفیق (0333-4372106)

مکی حج وعمرہ کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ

(انرولمنٹ نمبر 4318)

مکی پلازہ، 85 اے، بلدیہ روڈ ہارون آباد

فون: 063-2252890-1 ای میل: makkihajjumra@gmail.com

Maryam Sakeenah

THE MUSLIM AND A DATE-PALM TREE

In the Name of Allah, the Most Beneficent, the Most Merciful!

> "See you not how Allah sets forth a parable? -- A goodly word as a goodly tree, whose root is firmly fixed, and its branches (reach) to the sky (i.e. very high). Giving its fruit at all times, by the Leave of its Lord and Allah sets forth parables for mankind in order that they may remember." [Ibraheem: 24-25]

One of the most powerful and profound metaphors in the Quran: the upstanding tree firmly rooted in faith. I have always imagined the goodly tree to be a date-palm, perhaps because of this Hadith narrated by Umar h:

> "The Prophet ﷺ said: Amongst the trees, there is a tree, the leaves of which do not fall and it is like a Muslim. Tell me the name of that tree." Everybody started thinking about the trees of the desert areas. And I thought of the date-palm tree but felt too shy to answer. The others then asked, "What is that tree, O Allah's Apostle?" He replied, "It is the date-palm tree."
>
> [Sahih Bukhari; Book of Knowledge: 58]

The date palm reaches out to the sky, standing tall and erect with its single branchless trunk that goes straight up --- somewhat like the spiritual pursuit of the Muslim seeking the Majestic Face of his Lord. The trunk is wedged, as if to aid the feet of the climber, the seeker of the sweetness higher up. Climbing up the date-palm is like walking the Steep Path which Allah mentions in the Holy Quran:

> "But he has made no effort to pass on the path that is steep. And what will make you know the path that is steep? (It is) Freeing a neck (slave, etc.) or giving food in a day of hunger (famine)…" [Al-Balad: 11-14]

The ascent is laborious and arduous, but the end is the sweetness of Eman.

As the Hadith as well as the original verse mention, the date-palm is evergreen: bearing fruit in all seasons. Like the Muslim (submitted one) who remains steadfast in faith and is a consistent doer of good whether the going is tough or whether the circumstances are in one's favor: creating for himself a win-win situation out of everything. As the Prophet ﷺ said,

> "How wonderful is the affair of the believer, for his affairs are all good, and this applies to no one but the believer. If something good happens to him, he is thankful for it and that is good for him. If something bad happens to him, he bears it with patience and that is good for him." [Sahih Muslim: 2999]

Faith enables us to bear fruit no matter what ground we're planted in, no matter what season it is: springtime or fall. For the energy comes from the inner treasure of faith, not from a salubrious external environment. The Muslim's khayr (goodness) is not seasonal or conditional or time-bound.

The date-palm grows in the desert, in arid waterless lands. It promises nourishment, comfort and shade to the wearied desert dweller and the wayfarer. Its deep roots enable it to reach water that is not easily accessible. Its deep roots give it firmness, making it stand tall in the scorching barren desert under the blazing skies.

The date-palm grows in clumps, in community: life-giving oases in the wastelands. It marks the presence of water, beckoning the traveler and the seeker towards itself with hope and the glad tidings it exudes by its very existence. It is a place of refuge: energizing, revitalizing. In all this are traits of the believer. When Maryam (A.S) was in pain and distress, Allah gave her refuge, rest and comfort under the date-palm:

"And shake towards yourself the trunk of the date-palm; it will let fall on you fresh, ripe dates." [Maryam: 25]

It is the deep-rootedness that makes its branches reach higher up. Just like connection with your origin and essence, your history and genesis --- that is, Allah who we come from --- makes us mindful of our direction and purpose, fuels our journey onward and blesses us with spiritual elevation and moral uprightness. It is by looking back that we go forward. It is by being poised in the ethos of our existence (the fitrah) that we make the circle of life whole.

And at the apex of its journey, the highest point, the slender branchless trunk springs into a rich profusion and luxuriance of deep green leaves, at the core of which lies the hard-won prize, the fruit of labor: the date that is enriched with healthful, delectable sweetness: like the sweetness of Eman engendered over the long years of struggling in His way uni-focally, with fear and with hope; and the sweetness of Allah's pleasure and reward that awaits us at the long journey's end

.

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (القرآن)

تنظیم اسلامی
کا سالانہ
کُل پاکستان اجتماع

23 24 25 فروری 2014ء

(بروز اتوار، پیر، منگل)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور
منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا ومحبت کو اپنے حق میں واجب کرنے،
نظم کو مستحکم کرنے اور دین کے جامع فکر کو ازسرنو تازہ کرنے کی خاطر

تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے
تفصیلات کے لئے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجئے!

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

فون: (042)36293939-36316638-36366638